دفاع صحابہ
رد رافضیت

مقالات حیدری





مصنف:
وقاص علی حیدری

موضوعات



- ★ اہل سنت کی طرف منسوب غلط اعتقاد۔
- ★ عبد اللہ بن مسعودؓ اور معوذ تین۔
- ★ عبد اللہ بن عباسؓ اور تحریف قرآن کا الزام۔
- ★ رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب کون؟
- ★ اہل بیت رسول کے مصداق کون؟
- ★ مولود کعبہ کون؟
- ★ بحث علیہ السلام اور رضی اللہ۔
- ★ وقت افطار اور اہل سنت کے موقف کی حقانیت۔
- ★ نماز تراویح اور امامیہ کے الزامات۔
- ★ نکاح ام کلثوم بنت علیؓ۔
- ★ عثمان غنیؓ کے قاتلین کی تلاش۔
- ★ حضرت علیؓ کا قاتل۔
- ★ شہادت مولا علیؓ اور اماں عائشہؓ۔
- ★ اماں عائشہؓ کی وفات۔
- ★ اہلسنت مصادر اور روایات ارتداد۔
- ★ حدیث عشرہ مبشرہ۔
- ★ ایمان یا عدم ایمان ابو طالب۔
- ★ خوارج و صفین اور مولا علیؓ کا پچھتاوا۔
- ★ اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتے۔
- ★ حضرت معاویہؓ اور ابو سفیانؓ کے خلاف روایت۔
- ★ قاتلین عثمانؓ کے لیے گواہوں کی ضرورت۔
- ★ حدیث عمارؓ اور مسئلہ بغاوت ایک نئے اینگل سے




Darul Tehqeeq wa Difa-e-Sahaba
دار التحقیق و دفاع صحابہ
www.sunnilibrary.com

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٭ ٭ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمعصومین

٭ اللہ تعالیٰ کالاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ناچیز کو دفاع اسلام کی وکالت کی توفیق عطا فرمائی، اور اس پر بھی شکر ادا کرتا ہوں کہ وارثین اسلام (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام واہل بیت) کے دفاع ووکالت کی اللہ تعالیٰ نے ہمت عطا فرمائی۔

قارئین ذی وقار! آپ کے ہاتھوں میں مقالات حیدری ہے۔ اس میں جن عنوانات پر تحقیق پیش کی گئی ہے اس کا تعلق ان مذاکروں، مکالموں یا دشمنان اسلام کی طرف سے ملنے والی تحریروں کے جوابات سے ہے جس کا وقتاً فوقتاً مجھ ناچیز کا واسطہ پڑتا رہا ہے۔ قارئین کا تعلق چاہے شیعیت سے ہو یا سنیت سے، دونوں کے فائدے کے لیے فی سبیل اللہ اس کو پی ڈی ایف میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس میں ایسے اعتراضات کے جوابات موجود ہیں جن کو اگرچہ اسلاف نے پہلے بھی ڈسکس کیا ہے لیکن ناچیز کے مقالات میں مزید اضافی تحقیق پیش کی گئی ہے جو آپ کو اسلاف کی کتب میں نہیں ملے گی۔ علاوہ ازیں اس میں ایسے اعتراضات کے جوابات بھی پیش کئے گئے ہیں جن کو امامیہ کے اسلاف نے نہیں بلکہ دور حاضر کے شیعہ اہل علم نے پیش کئے ہیں۔ الحمد اللہ ان مقالات میں ان کا بھی جواب دے دیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ عزوجل اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومقبول فرمائے، آمین

طالب دعا

وقاص علی حیدری۔

اہل سنت کی طرف اللہ کے بارے میں منسوب غلط اعتقادات کا پوسٹ مارٹم۔

فیس بک سے ایک تحریر واٹس ایپ گروپ میں بھیجی گئی اس تحریر کو یہاں پیش کر کے جواب دیا جائے گا۔

"اھلسنت کا خدا اونٹ پر چڑھ کر گھومتا بھی تھا اور کبھی کبھی مریض بھی ہو جاتا تھا!

🔻 اہلسنت کے خدا کو منیٰ میں اونٹ پر سوار دیکھا گیا!!!!

🔻 مریض بھی ہو جاتا ہے۔

» عن أبي رزين عن النبي قال رأيت ربي بمنى عند النفر على جمل أورق عليه جبة «

👈 أبي رزين کہتا ہے : پیغمبر صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میں نے خدائے عالم کو منیٰ میں دیکھا، وہ زمانہ کہ منی سے طرف مکہ کوچ کرتے سیاہ و سفید رنگ کے اونٹ پر اور خداوند کے کندھوں / بدن پر ایک بلند پیراھن تھا۔

👈 📓سير اعلام النبلاء ذهبی، ج 18، باب أحمد بن محمد بن عبدوس الزعفراني، ص 16؛ دارالنشر: مؤسسة الرسالة - بيروت - 4131، الطبعة: التاسعة، تحقيق: شعيب الأرناؤوط محمد نعيم العرقسوسي

📓لسان الميزان عسقلانی، جلد 2، باب من اسمه حسن، صفحه 238؛ دار النشر: مؤسسة الأعلمي للمطبوعات - بيروت - 1406 - 1986، الطبعة: الثالثة، تحقيق: دائرة المعرف النظامية - الهند

اھلسنت کا خدا مریض بھی ھو جاتا تھا !!

✅ اور اہم بات یہ ہے کہ اہلسنت والوں کا خدا بعض اوقات میں مریض بھی ہو جاتا تھا، آنکھیں درد کرتی تہیں اور ملائکہ ان کی عیادت کے لیے بھی جاتے تھے !!

»اشتكت عيناه فعادته الملائكة«

بعض اوقات، خداوند کی آنکھوں میں درد ھوتا، اور ملائکہ ان کی ملاقات کے لیے جاتے۔ خدایا عذاب نازل کر اس قوم پر۔

📒الملل و النحل، شهرستاني، ج1، ص106؛ دار النشر: دار المعرفة - بيروت - 1404، تحقيق: محمد سيد كيلاني

✅ معمولاً جب بھی کوئی آدمی کسی کی عیادت پر جاتا ہے لازماً فروٹ و دیگر کھانے پینے کی اشیاء بھی لیکر کے جاتا ہے! شاید ملائکہ نے بھی ایسا ہی کیا ہو!!!

📝جواب اول: رافضی کی جاہلانہ تحریر کا جواب پیش خدمت ہے ۔

1۔ سیر اعلام النبلاء کی روایت پیش کی گئی ہے اس میں بنیادی راوی

👈حسن بن علی بن ابراھیم الاھوازی ہے جو محدثین کے نزدیک متروک ضعیف ہے جس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

👈زیر بحث کتاب جس سے رافضی نے حوالہ دیا اسی میں امام ذہبی رحمہ اللہ تعالی عنہ نے اس راوی کا رد کیا ہے اور دوسری جگہ میزان الاعتدال میں بھی اس پر جرح کی گئی ہے یہ قراءت اور روایت دونوں میں قابل حجت نہیں ہے۔

📓میزان الاعتدال جلد اول،سیر اعلام النبلاء جلد 18صفحہ نمبر 16

2۔ دوسری روایت جو شہرستانی کی ملل والنحل سے پیش کی گئی ہے اس اعتقاد کا اہل سنت کی طرف جھوٹی نسبت کی گئی ہے، کیونکہ اس کے مصنف نے مختلف فرقوں اور مذاہب کے عقائد لکھے ہیں ، نہ کے جمہور اہل سنت کے نظریہ کے طور پر زیر بحث عقیدہ لکھا ہے۔ دوسرا یہ کہ شہرستانی خود اہل سنت کے ہاں قابل حجت نہیں اور نہ اس کی کتاب اس قابل ہے کہ اہل سنت کو اس کی کسی عبارت کی وجہ سے طعنہ دیا جائے ۔

👈یہ فرقہ اسماعیلیہ کی طرف مائل تھا

👈یہ شخص بے دین تھا اور بے دینی کی وجہ سمجھ بدنام تھا۔

👈یہ غالی شیعہ تھا۔

- طبقات الشافعیۃ جز چہارم صفحہ نمبر 79۔
- منہاج لسنہ جلد سوم صفحہ نمبر 207 تا 209۔
- سیر اعلام النبلاء جلد 20 صفحہ نمبر 286۔

3۔ تیسری روایت جو صحیح بخاری سے پیش کی گئی ہے، اس میں جو مطلب لیا گیا وہ ہمارے ہاں نہیں لیا جاتا۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے نزول کی کیفیت کا ہم کو علم نہیں ہے۔

- شرحِ فقہ اکبر صفحہ نمبر 60۔

قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور ہر جگہ موجود ہونے کا ذکر ہے، اس کا جواب خود شیعہ مجتہدین ہی سے ہم شیعہ معترض کے لیے نقل کر دیتے ہیں، جس کے ساتھ صحیح بخاری کی روایت کی تشریح بھی ان ہی کے قلم سے ہو جائے گی اور مخالف کے اپنے اکابرین سے اتمامِ حجت ہو جائے گی۔ چنانچہ خود شیعہ کی کتب عقائد میں یہ اصول موجود ہے کہ قرآن مجید کی آیات یا روایات میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس طرح کے الفاظ موجود ہوں ان کا وہی مطلب بیان کیا جائے گا جو قرآن کریم میں موجود اس طرح کی آیات کا لیا جاتا ہے۔

شیخ صدوق لکھتے ہیں کہ

"جن روایات سے جاہل یہ خیال کرتے ہیں کہ ان روایات میں مخلوق خدا سے تشبیہ کا ذکر ہے تو ان کے وہی معانی مراد لئے جائیں گے جو اس قسم کی قرآن مجید کی آیات کا لیا جاتا ہے۔

- اعتقاد شیخ صدوق صفحہ نمبر 16,17

اسی طرح شیعہ عالمی جعفر سبحانی اس طرح کی آیات اور روایات کی تشریح مرقم طراز ہے کہ

"اس طرح کی صفات کو صفات خبری کہنے کی وجہ یہ ہے کہ صرف آیات و روایات ان کے بارے میں خبر دیتی ہیں۔ یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ عقل و فہم ان صفات کو ان کے عرفی اور دنیاوی معنی میں تفسیر نہیں کر سکتی کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ تجسیم و تشبیہ ہوتا ہے اس لیے ان صفات کی حقیقی تفسیر کو پانے کے لیے قرآن مجید میں موجود اس قسم کی تمام آیات کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

عقائد امامیہ شیخ جعفر سبحانی صفحہ نمبر 109۔

اب اسی طرح کی صحیح سند سے شیعہ کے اپنے مصادر کی روایات ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ کا آسمان دنیا پر آنا شیخ طوسی کے تہذیب الاحکام کی" صحیح السند روایت "جس میں اللہ تعالی کے آسمانِ دنیا پر نزول کا ذکر موجود ہے ۔

[٩٦٢٠] ٣ ـ وعنه ، عن عبدالله بن محمد ، عن علي بن الحكم ، عن أبان ، عن أبي عبدالله عليه‌السلام قال : إن للجمعة حقا وحرمة ، فاياك أن تضيع أو تقصر في شيء من عبادة الله والتقرب إليه بالعمل الصالح ، وترك المحارم كلها ، فان الله يضاعف فيه الحسنات ، ويمحو فيه السيئات ، ويرفع فيه الدرجات ، قال : وذكر أن يومه مثل ليلته ، فان استطعت أن تحييه بالصلاة والدعاء فافعل ، فان ربك ينزل في أول ليلة الجمعة إلى سماء الدنيا يضاعف فيه الحسنات ، ويمحو فيه السيئات ، وإن الله واسع كريم .

یاد رہے کہ روایت سے ان الفاظ کا ترجمہ اڑا دیا گیا ہے۔

فان ربك ينزل في أول ليلة الجمعة إلى سماء الدنيا يضاعف فيه الحسنات

تہذیب الاحکام جلد اول کتاب الصلاۃ باب العمل فی لیلہ الجمعہ و یومھا رقم روایت نمبر 3141. صفحہ نمبر 330



جواب دوم:

اگر پھر بھی پیٹ میں مروڑ پڑ رہے ہیں اور آرام نہیں آ رہا تو یہ لیں گھر کی گواہی

شیعہ کے ہاں اللہ ایک بڑی کوہان والے اونٹ پر بیٹھ کر زمین پر اترتا ہے۔

زيد (النرسي) عن عبدالله بن سنان قال:سمعت ابا عبدالله يقول:((إن الله ينزل في يوم عرفة في اول الزوال الي الارض علي جمل أفرق))

عبداللہ ابن سنان کہتے ہیں: میں نے ابو عبداللہ سے سنا" وہ کہہ رہے تھے: بے شک اللہ تعالی عرفہ کے دن زوال کے بعد ایک کشادہ کوہان والے اونٹ پر بیٹھ کر زمین پر اترتے ہیں"

كتاب الأصول الستة عشر صفحة 54 أصل زيد النرسى كتاب زيد النرسى،رياض العلماء:404/2

شیعہ کا خدا ہنستا بھی ہے ظاہر سی بات ہے اس کے دانت بھی ضروری ہیں۔

عدة من أصحابنا، عن أحمد بن محمد بن خالد، عن ابن فضال، عن أبي جميلة، عن سعد بن طريف، عن الأصبغ بن نباتة قال: قال أمير المؤمنين (صلوات الله عليه): يضحك الله عز وجل (4) إلى رجل في كتيبة يعرض لهم سبع أو لص فحماهم أن يجوزوا

اصول کافی جلد اول

شیعہ کے ہاں خدا کی با قاعدہ انگلیاں ہیں۔انسانوں کے قلوب اللہ تعالی کے دو انگلیوں کے درمیان ہیں

حدثنا أحمد بن محمد عن أبيه عن محمد بن أحمد عن موسى بن عمر عن ابن سنان عن أبي سعيد القماط عن حمران، قال: سمعت أبا جعفر (ع) يقول:إذا كان الرجل على يمينك على رأي ثم تحول إلى يسارك فلا تقل إلا خيرا ولا تبرأ منه حتى تسمع منه ما سمعت وهو على يمينك فان القلوب بين إصبعين من أصابع الله يقلبها كيف يشاء ساعة كذا وساعة كذا وان العبد ربما وفق للخير.

علل الشرايع جلد اول

شیعہ کے ہاں اللہ کے دو ہاتھوں کا ذکر جو دائیں طرف ہیں۔

کلینی امام ابو جعفر سے ایک روایت نقل کرتا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالی کی رضا کی کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اللہ کی عرش کے سائے میں اس کے دائے طرف طرف ہونگے اور اللہ کے کے دونوں ہاتھ دائیں طرف ہیں

-عنه، عن محمد بن علي، عن عمر بن جبلة الأحمسي، عن أبي الجارود، عن أبي جعفر (عليه السلام) قال: قال رسول الله (صلى الله عليه وآله): المتحابون في الله يوم القيامة على أرض زبرجدة خضراء،

في ظل عرشه عن يمينه - وكلتا يديه يمين - وجوههم أشد بياضا وأضوء من الشمس الطالعة، يغبطهم بمنزلتهم كل ملك مقرب وكل نبي مرسل، يقول الناس: من هؤلاء؟ فيقال: هؤلاء المتحابون في الله.

في ظل عرشه عن يمينه - وكلتا يديه يمين

اس کے عرش کے سائے میں اس کے دائے طرف اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں طرف ہیں۔

مجلسی نے روایت کو حسن کہا ہے۔

📓اصول کافی جلد اول

📝 شیعہ کے نزدیک اللہ پوری زمین پر مستوی ہے چنانچہ پوچھا گیا کہ

الرحمن علی العرش استوی

کا کیا مطلب ہے تو جواب دیا گیا

استوی علی کل شیء، اللہ ہر چیز پر مستوی ہے۔

📓 اصول کافی جلد اول کتاب التوحید باب حرکت والانتقال رقم روایت نمبر 329. صفحہ نمبر 59

اس میں شیعہ کے پاس تاویل کے بغیر امام کو بچانا مشکل ہے۔🙏

📝 شیعہ کے ہاں آئمہ اللہ کا چہرہ، آنکھیں اور ہاتھ ہیں 👀😡🤲

چنانچہ سورہ رحمان کی آیت کے تحت امام جعفر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ

ونحن وجہ اللہ نتقلب فی الارض بین اظھرکم ونحن عین اللہ فی خلقہ ویدہ المبسوطتہ

ہم اللہ کا چہرہ ہیں ہم ہی اللہ کی آنکھیں ہیں اور ہم اللہ کے ہاتھ ہیں ۔

📓 اصول کافی جلد اول کتاب التوحید باب النوادر رقم روایت نمبر 354 صفحہ نمبر 66.

📝 آئمہ خود خدا ہیں۔

چنانچہ خلیفہ چہارم کا اقرار موجود ہے کہ

آنا الذین مفاتیح الغیب --- وانا بکل شیء علیم۔ وان عذاب لھو العذاب العلیم---انا دعوت الشمس والقمر فاجابی --انا الزین بعثیت النبیین والمرسلین --وان مت لم امت وان قتلت لم قتلت ۔

ترجمہ۔ میں ہی وہ ہوں جس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں،۔۔ میں ہر چیز پر قادر ہوں۔۔۔ میں ہی عذاب دینے والا ہوں۔۔۔ میں ہی سورج اور چاند کو چلانے والا ہوں جنہوں نے میری اطاعت کی۔۔۔۔ میں نے ہی انبیاء علیہم السلام اور رسولوں کو مبعوث فرمایا۔۔۔۔ اگر مجھے موت دی جاے تو میں مروں نہیں اگر مجھے قتل کیا جاے تو میں قتل نہ ہو سکوں۔۔۔۔

خطبتہ البیان مع شروع تقی مجلسی صفحہ نمبر77 تا90

شیعہ کے اماموں کے صحابیوں کا عقیدہ کہ اللہ تیس سالہ نوجوان جس کا دھڑ ناف تک خالی ہے۔

چنانچہ ابراھیم بن خزار اور محمد بن الحسین نے بیان کیا کہ

ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم رای ربہ فی صور الشباب الموفق فی سن الابناء ثلاثین سنہ وقلنا ان هشام بن سالم وصاحب الطاق والميثمی ويقولون انہ اجوف الی السره والبقیہ۔۔۔

ہم دونوں امام رضا کے پاس حاضر ہوئے اور ہم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کو ایک تیس سالہ نوجوان کی شکل میں دیکھا اور ہم نے کہا کہ ہشام، صاحب طاق اور میثمی (ہشام بن سالم وغیرہ شیعہ کے ہاں اماموں کے ثقہ صحابی ہیں جو یہ عقیدہ بیان کر رہے ہیں۔۔۔ حیدری) کہتے ہیں کہ اللہ کا دھڑ ناف تک خالی تھا اور اس سے نیچے یعنی قدموں تک سخت اور ٹھوس تھا۔۔

اصول کافی جلد اول کتاب التوحید باب النھی عن الصفتہ بغیر ماوصف رقم روایت نمبر 271، صفحہ نمبر 39۔

جناب عبداللہ بن مسعود علیہ السلام پر دو سورتوں معوذتین کے حوالے سے امامیہ کے الزام کا تحقیقی محاسبہ۔

امامیہ کی طرف سے جناب عبداللہ بن مسعود علیہ السلام کے حوالے سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ قرآن کی آخری دو سورتوں کے منکر تھے اس بنیاد پر امامیہ اہل سنت کو کہتے ہیں کہ امامیہ پر اعتراض کرنے سے پہلے اہل سنت اپنے گھر کی خبر لیں۔

جواب اول اسنادی بحث۔

سب سے پہلے ہم اس کی سند پر بحث کرتے ہیں۔اسکی بنیادی سند کچھ اس طرح ہے

عبداللہ بن احمد من حدیث الاعمش عن ابی اسحاق عنہ عبد الرحمن بن یزید قال کان عبداللہ بن مسعود یحک معوزتان من مصاحفتہ ویقول انھما لیستا من کتاب اللہ ۔

طبرانی کبیر رقم روایت نمبر 1950۔

مسند بزار رقم روایت نمبر 1586۔

1۔اس روایت میں بنیادی الفاظ جن کی وجہ سے سبائیوں کی طرف سے اعتراض ہے وہ یہ ہیں۔

"لیستنا من کتاب اللہ"

یہ الفاظ جناب عبداللہ بن مسعود علیہ السلام اور صرف راوی عبدالرحمن بن یزید نخعی نے بیان کئے ہیں اور ان الفاظ میں وہ منفرد ہیں جبکہ جناب عبداللہ بن مسعود علیہ السلام سے روایت کرنے والے جناب علقمہ رحمہ اللہ علیہ اور جناب زر بن جیش رحمۃ اللہ علیہ کی روایات میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

2۔جناب عبدالرحمان بن یزید سے نقل کرنے والے راوی ابو اسحاق ہیں جن کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ تعالی عنہ لکھتے ہیں کہ

ابن مبارک یقول:انکا افسد حدیث اھل کوفہ ابو اسحاق ۔

اہل کوفہ سے ابو اسحاق نے روایات کو فاسد کردیا ہے

میزان الاعتدال جلد سوم رقم3520

اور جناب عبد اللہ بن مسعود علیہ السلام کی زیر بحث روایت اہل کوفہ یعنی جناب سلیمان بن مہران اعمش کوفی سے ہے۔ لہزا اس علت کی وجہِ سے بھی حجت نہ رہی

3۔ ابو اسحاق کے بعد دوسرے راوی جناب اعمش ہیں ان کے بارے میں امام ذہبی امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہوئے رقم ہیں کہ

انما افسد حدیث اهل کوفه ابو اسحاق ،الاعمش لکم ---

حدیث اعمش اضطراب کثیر

قلت وهویدلس وربما دلس ون ضعیف ولا یدری به ۔

جناب اعمش اور ابو اسحاق اہل کوفہ کی روایات کو فاسد کر دیتے ہیں (یعنی یہ کسی کام کی نہیں رہتیں ۔۔حیدری)

ان کی روایات میں بہت زیادہ اضطراب ہوتا ہے، اور تدلیس بھی کرتے ہیں، اور اکثر ضعیف راویوں سے روایت کرتے ہیں۔

میزان الاعتدال جلد سوم رقم3520. اس زہر بحث روایت میں جناب اعمش عن سے روایت کر رہے ہیں اور مدلس راوی ثقہ بھی ہو تو اس کے " عن "والی روایت حجت نہیں ہوتی

4۔ اس کی ایک روایت کی سند جو جناب علقمہ رحمت اللہ علیہ کی ہے

معجم کبیر طبرانی جلد ہشتم رقم روایت نمبر9152.

یہ بھی حجت نہیں ہے۔

اس میں ایک راوی حسان بن ابراہیم ہیں گو کہ ثقہ ہیں لیکن غریب روایات نقل کرتے ہیں جس کی وجہ سے صحاِح ستہ کے مصنفین نے ان سے روایات نہیں لی ہیں۔ ان کے بارے میں امام نسائی فرماتے ہیں کہ

"لیس بقوی"

امام ابن عدی ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

حدیث بافرادات کثیرہ وجود من اهل صدق آلا انہ یغلط۔

یہ حدیث کو روایت کرنے میں غلطی کرتے ہیں،اور ایسی روایات بیان کرتے ہیں جو کسی سے نہیں ہوتیں۔

میزان الاعتدال جلد سوم۔

اس روایت میں دوسرے راوی صلہت بن بہرام ہے امام ابوزرعہ نے ان کے بارے میں جرح فرمائی ہے

میزان الاعتدال جلد سوم

اس روایت میں ایک اور راوی ازرق بن علی ہے جس روایت میں ازرق بن علی،حسان بن ابراہیم اور صلہت بن بہرام یہ تینوں موجود ہوں وہ روایت معلل ہوتی ہے جو کسی صورت میں قبول نہیں کی جاسکتا ہے۔

ازرق بن علی کی میری تحقیق کے مطابق امام ابن حبان کے علاوہ کسی نے توثیق نہیں کی اور امام ابنِ حبان توثیق میں مسائل ہیں ۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالی، امام ابن حزم رحمہ اللہ تعالی شامل جمہور علماء نے ان روایات کی وجہ سے جناب عبداللہ بن مسعود علیہ السلام پر معوذتین کے انکار والی روایت کی وجہ سے اس نسبت کو باطل کہا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

محلی جلداول صفحہ نمبر123۔

فواتح الرحموت جلد دوم صفحہ نمبر12,مقالات کوثری صفحہ نمبر16۔

تاریخ قرآن صفحہ نمبر102۔

پھر یہ روایت معلل بھی ہے جو سند درست ہونے کے باوجود بھی حجت نہیں ہوتی۔

مقدمہ فتح الملہم صفحہ نمبر54۔

خصوصی طور پر ایسی صورت میں یہ حجت نہیں جب دوسری حسن درجہ کی روایات اور اجماع صحابہ وجملہ امت مسلمہ اس روایت کے خلاف ہوں۔

جواب دوم متن سے استدلال کارد۔

امامیہ کی طرف سے جن روایات کو اہل سنت پر الزام دینے کے لیے پیش کیا گیا اگر اس کی سند کو درست بھی مان لیا جائے تو اس صورت میں بھی اس سے اہل سنت پر قرآن مجید میں تحریف کا الزام لازم نہیں آتا اور نہ امامیہ کو اپنے تحریف قرآن کی روایات سے اس روایت سے کوئی سہارا ملتا ہے اور نہ ہی جناب عبداللہ بن مسعود علیہ السلام کی طرف سے جملہ صحابہ کرام علیہم السلام پر تحریف قرآن کا الزام لازم آتا ہے شرح اس کی یہ ہے کہ

1۔اس میں یہ کہیں نہیں کہ جناب عبداللہ بن مسعود علیہ السلام نے ان سورتوں کو انسانی کلام مانتے تھے جس کی وجہِ سے تحریف لازم آئے آپ علیہ السلام تو اس کے معتقد ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے کہ چنانچہ ان ہی روایات کے ایک متن میں اس پر دلالت موجود ہے روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ

"ان عبد الله يحک معوذتين من المصاحف ويقول انما امر رسول الله صلى عليه وآله السلام ان يتعوذ بهما ولم يكن يقرا بهما" (معجم کبیر طبرانی جلد ہشتم رقم روایت نمبر9152.)

جناب عبداللہ بن مسعود علیہ السلام مصاحف سے معوذتین کو ہٹا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ان سورتوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعوذ کرنے کا حکم فرمایا ہے اور قرآت کرنے کا نہیں فرمایا۔

دنیا کی کسی کتاب میں اللہ کے کلام کو تسلیم کرنے کے بعد صرف مصحف قرآن مجید میں کسی چیز کو صرف نہ لکھنے کے موقف کو تحریف قرآن کو کبھی ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

اور اسی موقف کا اقرار امامیہ مذہب کی معتبر کتاب فقہ الرضا میں موجود ہے ملاحظہ فرمائیں عربی عبارت

وأن (المعوذتين) من الرقية، ليستا من القرآن دخلوها في القرآن و قيل: أن جبرئيل عليه السلام علمها رسول الله صلى الله عليه وآله. فإن أردت قراءة بعض هذه السور الأربع فاقرأ (والضحى) و (ألم نشرح)

ولا تفصل بينهما وكذلك (ألم تر كيف) و (لايلاف). وأما (المعوذتان) فلا تقرأهما في الفرائض، ولا بأس في النوافل

فقه الرضا صفحه نمبر 113

جواب سوم۔

1۔جناب عبداللہ بن مسعود علیہ السلام معوذتین کے کلام اللہ ہونے کے معتقد تھے اس کا ثبوت حسن سند سے ملاحظہ فرمائیں

جناب عبداللہ بن مسعود علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نقل کرتے ہیں کہ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد انزل علی آیات لم ینزل علی مثلھن الموذتین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر چند آیات ایسی نازل کی گئی ہیں جس کے کو اپنی مثال آپ ہیں وہ معوذتین کی آیات ہیں۔

طبرانی اوسط جلد دوم رقم حدیث نمبر2658۔

در منثور جلد خامس عشرہ تفسیر سورہ فلق صفحہ نمبر786۔

اسی طرح جناب عبداللہ بن مسعود علیہ السلام گھر والوں کو نفع اٹھانے کے لیے یہ دو سورتیں معوذتین دم کرنے کا حکم فرماتے تھے۔

طبرانی کبیر جلد ہشتم رقم روایت نمبر8863.

در منثور جلد خامس عشرہ صفحہ نمبر792

2۔دوسرا ثبوت یہ ہے کہ جناب ابو بکر صدیق علیہ السلام اور جناب عثمان غنی علیہ السلام نے جب قرآن مجید جمع و قرآت پر کام فرمایا تو ان کے مصاحف پر جناب عبداللہ بن مسعود علیہ السلام نے یہ اعتراض کبھی نہیں کیا کہ ان حضرات نے معوذتین جو کلام اللہ نہیں اس کو داخل قرآن کر دیا ہے۔

3۔تیسرا شاہد جو اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ جناب عبداللہ بن مسعود علیہ السلام معوذتین کو قرآن مجید کا حصہ جانتے تھے،شرح اس کی یہ ہے کہ

جو متواتر قراء تیں منقول ہیں ان میں معوذ تین شامل ہیں قرآت عشرہ میں سے جناب عاصم رحمۃ اللہ علیہ کی قرات حضرت ابو عبد الرحمان سلمی، زر بن جیش اور حضرت ابو عمرو الشیبانی سے منقول ہیں یہ تینوں حضرات جناب عبد اللہ بن مسعود علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں، اسی طرح حضرت حمزہ کی قرآت جناب علقمہ، جناب اسود بن وہب، مسروق، عاصم بن ضمرہ اور جناب حارث سے منقول ہیں یہ سب حضرات جناب عبد اللہ بن مسعود علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ قرآت عشرہ میں سے جناب کسائی اور جناب حلف کی قراتین بھی بالآخر جناب عبد اللہ بن مسعود علیہ السلام پر ختم ہوتی ہیں اور اس میں معوذ تین شامل ہیں۔

کتاب النشر محمد بن جزری جلد اول 156,166 صفحہ نمبر

کشف النظر شرحِ جلد اول صفحہ نمبر 84۔

خلاصہ یہ کہ

1۔ جناب عبد اللہ بن مسعود علیہ السلام سے منسوب روایات جن میں معوذ تین کے قرآن نہ ہونے کا تزکرہ ہے وہ اسنادی حیثیت سے اس قابل نہیں کہ ان کے بنیاد پر قرآن مجید کو ناقص یا اصحاب رسول کو تحریف کرنے والا دیکھایا ثابت کیا جاسکے۔

2۔ ان روایات کا متن اس پر دلالت نہیں کرتا کہ معوذ تین کو قرآن میں داخل کرنے والا غیر اللہ کے کلام کو قرآن مجید میں لکھنے والا تحریف قرآن کا مرتکب گردانا جائے جبکہ تحریف قرآن تب ثابت ہوتی ہے کہ کسی انسانی کلام کو قرآن بنا کر مصحفی میں نقل کر دیا جائے۔

3۔ جناب عبد اللہ مسعود علیہ السلام کی مرفوع روایت میں جو مضمون ہے اس کی تائید امامیہ کتب میں بھی نقل ہوئی ہے اور شیعہ مجتہدین جو تحریف قرآن کے قائل ہیں، نے بھی تحریف قرآن کے ثبوت میں پیش نہیں کیا کیونکہ کہ اس کا متن تحریف قرآن پر دلالت ہی نہیں کرتا

4۔ معوذ تین کا کلام الٰہی ہونا جناب عبد اللہ بن مسعود علیہ السلام کی اپنی روایت سے ثابت اور ان سے نقل کرنے والے دوسرے تابعین نے بھی معوذ تین کو ان سے نقل کیا نقل کیا ہے۔

جناب عبداللہ بن عباس علیہ السلام کی روایت پر تحریف قرآن کے الزام کی حقیقت

جنابِ عبد اللہ بن عباس علیہ السلام کے حوالے سے قرآن مجید کی سورہ نور کی آیت نمبر 27 کے حوالے سے یہ روایت پیش کی جاتی ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾

تَسْتَاْنِسُوْا کی جگہ تستاذنوا پڑھنے کے قائل تھے اور کہتے تھے کہ تَسْتَاْنِسُوْا کاتب کی خطا کی وجہ سے لکھا گیا

مستدرک حاکم جلد دوم کتاب التفسیر۔۔۔

جواب اوّل۔۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جناب عبد اللہ بن عباس علیہ السلام کی طرف یہ نسبت مشکوک شاز اور غریب ہے شرح اس کی یہ ہے کہ اس کی ایک روایت میں جعفر بن ایاس ہے جو جناب مجاھد رحمت اللہ علیہ سے نقل کر رہا ہے جبکہ اس کی ملاقات ہی جناب مجاھد رحمت اللہ علیہ و سلم سے ثابت نہیں میزان الاعتدال میں موجود ہے کہ اس جعفر بن ایاس نے جناب مجاھد سے کچھ نہیں سنا اور نہ ان سے اس کی ملاقات ہوئی۔

میزان الاعتدال جلد دوم

مجاہد سے جعفر بن ایاس کا سماع نہیں اور جناب سعید سے سماع ہے۔ روایت کا تمام تر دارو مدار جعفر بن ایاس پر ہے یہ شخص کبھی مجاہد رحمہ اللہ تعالی سے روایت کرتا ہے اور کبھی جناب سعید رحمۃ اللہ علیہ سے۔ یہ اس کی کمزوری کی طرف اشارہ ہے۔ جو اضطراب پر دال ہے۔

2۔ ایک روایت میں ایک راوی معاذ بن سلیمان مجہول ہے مجھے اس کے حالات نہیں ملے۔

3۔ ایک روایت میں وہب بن جریر ہیں ان کے بارے میں جناب عفان کلام کرتے تھے، امام ابن عدی نے اس کی روایات نقل کر کے بعد ان کو غریب کہا ہے، زیر بحث روایت میں وہب بن جریر امام شعبہ سے نقل کر رہے ہیں جبکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں امام مہدی کہتے ہیں کہ

" یہاں کچھ لوگ ہیں جو امام شعبہ سے روایت کرتے ہیں جبکہ ہم نے انہیں کبھی شعبہ کے پاس نہیں دیکھا یہ اشارہ وہب بن جریر کی طرف تھا۔ پھر یہی بات امام شعبہ سے وہب بن جریر کا عدم سماع و ملاقات کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ تعالی عنہ نے بھی بالجزم بیان فرمایا ہے۔

📕 میزان الاعتدال جلد ہفتم رقم 9432۔

4۔ ایک روایت میں جناب محمد بن جریر طبری ھیشم سے روایت کر رہے ہیں جبکہ ھیشم کی وفات 183 ہجری میں ہوئی تھی اور جناب محمد بن جریر طبری کی پیدائش 224 ہجری ہے لہاذا یہاں بھی انقطاع ہے روایت حجت نہ رہی۔

📕 میزان الاعتدال جلد ہفتم رقم 9258.

5۔ ایک روایت میں جناب سفیان رحمۃ اللہ علیہ کسی نامعلوم ذرائع سے اس کو بیان کر رہے ہیں یہ بھی حجت نہیں۔

📕 تفسیر ابن جریر طبری جلد 17 صفحہ نمبر 241.

6۔ ایک روایت میں ھشیم راوی ہے جو مدلس تھا

📕 میزان الاعتدال جلد ہشتم رقم 9248۔

تفسیر طبری والی روایت میں وہ عن ابی بشر کے الفاظ سے روایت کر رہا جو کہ حجت نہیں اور اس میں یعقوب بن ابراہیم اور مصنف تفسیر طبری کے درمیان بھی انقطاع زمانہ ہے یعقوب بن ابراہیم کی وفات 208 ہجری میں ہوئی جبکہ محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالی کی پیدائش 220 ہجری کے بعد ہوئی۔

7۔ایک روایت میں ابن بشار سے ابن جریر طبری نقل کر رہے ہیں ابن بشار 230 ہجری میں وفات پا گئے تھے اور ابن بشار بصری تھے اور ابن جریر طبرستان کے۔تو 6 سال کا بچہ سفر علم پر نکل پڑا ہو عقلاً بھی ممکن نہیں۔لہٰذا عدم ملاقات پر یہ خدشات موجود ہیں۔پھر بھی کسی طرح اس کو ممکن سمجھ لیا جائے تو کم عمری کے سماع میں بہر حال خطا کا اندیشہ باقی ہے۔

پھر علماء نے جناب عبد اللہ بن عباس علیہ السلام کی طرف ان روایات کو رد کیا ہے کہ یہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے جھوٹا منسوب ہے۔جیسا کہ علامہ ابو حیان اندلسی اور علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ تعالی وغیرہ

- تفسیر ابن کثیر جلد سوم تحت تفسیر سورہ نور آیت 26
- تفسیر بحر المحیط جلد ششم صفحہ نمبر 445

علاوہ ازیں یہ اجماع کے بھی خلاف ہے اور جناب عبد اللہ بن عباس علیہ السلام کی طرف سے کبھی جناب ابو بکر صدیق علیہ السلام کی طرف سے جمع قرآن کے وقت یا جناب عثمان غنی علیہ السلام کی طرف سے جمع کے وقت کوئی اعتراض سامنے نہیں آیا جو ان کی طرف سے رضامندی کی دلیل ہے اس اینگل سے بھی جناب عبد اللہ بن عباس علیہ السلام کی طرف ان روایات کی نسبت مشکوک ہو جاتی ہے۔

جواب دوم۔

بالفرض ان روایات کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی یہ معاملہ تحریف کا نہیں بلکہ قراءت کا ہے۔جناب عبد اللہ بن عباس علیہ السلام کے بارے میں تفسیر طبری اور تفسیر ابن کثیر میں موجود ہے کہ

حتیٰ وکان ابن عباس "یقرا تستاذنوا وتسلمو" وکان یقروھا علی قرا ابی بن کعب"

اور دوسری روایت میں ہے کہ

- تفسیر طبری جلد 17 صفحہ نمبر 240
- تفسیر ابن کثیر جلد سوم

اور قراءت کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضع احادیث موجود ہیں کہ جب تک معانی تبدیل نہ ہوں کسی بھی قراءت پر قرآن مجید پڑھا جا سکتا ہے اور یہاں اس آیت میں زیر بحث الفاظ دونوں صورتوں میں تَسۡتَاۡنِسُوۡا ہوں یا تستاذنوا ہوں معانی ایک ہی بنتا ہے یعنی اجازت لینا۔

اب اس کے جواز میں احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں

۸۴۲۱(۔ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَ نَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: مَرَرْتُ بِهِشَامِ بْنِ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم ، فَاسْتَمَعْتُ قِرَاءَتَهُ فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم ، فَكِدْتُ أَ نْ أُسَاوِرَهُ فِي الصَّلَاةِ، فَنَظَرْتُ حَتَّى سَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَقُلْتُ: مَنْ أَ قْرَأَكَ هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي تَقْرَؤُهَا؟ قَالَ: أَ قْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم ، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: كَذَبْتَ فَوَاللهِ! إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم لَهُوَ أَ قْرَأَنِي هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي تَقْرَؤُهَا، قَالَ: فَانْطَلَقْتُ أَقُودُهُ إِلَى النَّبِيا صلى الله عليه وآله وسلم فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا وَأَ نْتَ أَ قْرَأْتَنِي سُورَةَ الْفُرْقَانِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم : ((أَ رْسِلْهُ يَا عُمَرُ! اِقْرَأْ يَا هِشَامُ۔)) فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم : ((هٰكَذَا أُنْزِلَتْ۔)) ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم : ((اِقْرَأْ يَا عُمَرُ!)) فَقَرَأْتُ الْقِرَائَةَ الَّتِي أَ قْرَأَنِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَقَالَ: ((هٰكَذَا أُنْزِلَتْ۔)) ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم : ((إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَ حْرُفٍ فَاقْرَئُ وْا مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ۔)) (مسند احمد: ۲۹۶)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ہشام بن حکیم بن حزام کے پاس سے گزرا جو سورۂ فرقان پڑھ رہے تھے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کی بات ہے، جب میں نے ان کی قراءتوں کو غور سے سنی تو سمجھا کہ وہ ایسی قراءتوں پر قرآن مجید پڑھ رہے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھائی، قریب تھا کہ میں نماز میں ہی ان کی طرف لپک پڑتا، لیکن میں نے انتظار کیا، یہاں تک کہ انھوں نے سلام پھیرا، جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر ان کو پکڑ لیا اور کہا: تم کو کس نے یہ سورت پڑھائی ہے؟ انھوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے پڑھائی ہے، میں نے کہا: تم جھوٹ بول رہے ہو، پھر میں ان کو کھینچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے پاس لے گیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے ان سے سورۂ فرقان سنی ہے، یہ ان قراءتوں کے مطابق پڑھتے ہیں، جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو، اے عمر! اے ہشام پڑھو۔ انہوں نے آپ پر وہی قراءت کی، جو میں نے سنی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تم پڑھو۔ پس میں نے وہی قراءت پڑھی، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے پڑھائی تھی، وہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقینا قرآن مجید سات قراءتوں پر نازل ہوا ہے، جو بھی میسر آئے اس کے مطابق پڑھ لو۔

مسند احمد رقم حدیث نمبر 8421.

(۔ وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ الْاَنْصَارِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِنَحْوِہٖوَفِیْہِ: اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: ((یَا عُمَرُ! اِنَّ الْقُرْآنَ کُلَّہُ صَوَابٌ مَا لَمْ یُجْعَلْ عَذَابٌ مَغْفِرَۃً اَوْ مَغْفِرَۃٌ عَذَابًا۔)) (مسند احمد: ۱۶۴۷۹)

سیدنا ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح کی حدیث بیان کی ہے، البتہ اس کے آخر میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! قرآن مجید سارے کا سارا درست ہے، جب تک کہ عذاب کی جگہ مغفرت کا اور مغفرت کی جگہ عذاب کا لفظ نہ بولا جائے۔

مسند احمد رقم حدیث نمبر 8422.

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : ((اُنْزِلَ الْقُرْآنُ سَبْعَۃَ اَحْرُفٍ عَلِیْمًا حَکِیْمًا غَفُوْرًا رَحِیْمًا۔)) (مسند احمد:)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن حکیم سات قراءات پر نازل ہوا، اسی لیے عَلِیْمًا حَکِیْمًا کے بجائے غَفُوْرًا رَحِیْمًا پڑھا جا سکتا ہے۔

مسند احمد رقم حدیث نمبر 8426۔

پھر جناب محمد سعد سے جو روایت امام ابن جریر طبری نقل کر رہے ہیں اس میں یہ بھی موجود ہے کہ انہوں نے زیر بحث آیت جو موجودہ نسخے سے ہٹ کر دوسرے الفاظ کہے تھے وہ انہوں نے ان مشہور الفاظ کی تفسیر کی تھی ملاحظہ فرمائیں

📕 تفسیر ابن جریر طبری جلد 17 صفحہ نمبر 241

اور تفاسیر میں اس طرح کے الفاظ تو فریقین کے ہاں تحریف میں آتے ہی نہیں۔

📝جواب سوم۔

اب یہاں معترض یہ کہ سکتا ہے کہ اگر تمام قرآتوں پر قرآن مجید پڑھنے کی جازت ہے تو جنابِ عبد اللہ بن عباس علیہ السلام اس کو خطا کیوں فرمایا

اس کا جواب یہ ہے کہ

1۔ ایک تو قرآت کے معاملے میں یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا کہ آپ اس زیر بحث الفاظ کو ترجیح دیتے تھے ۔

2۔ دوسرا اس میں یہ کہیں نہیں کہ یہ کس نسخے کو لکھاتے وقت انہوں نے یہ فرمایا کہ " کاتب کی غلطی ہے"

قرین قیاس یہی ہے کہ یہ ان کے اپنے ذاتی مصحف کے بارے میں ہو۔

3۔ تیسرا یہ کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب قرآت کا اختلاف ہوا تھا جناب عثمان غنی علیہ السلام کی طرف سے ایک قراءت پر جب تمام امت کو جمع فرما دیا گیا تو اس کے بعد جنابِ عبد اللہ بن عباس علیہ السلام سمیت کسی کا اعتراض سامنے نہیں آیا۔

4۔ تفسیر طبری کی روایت میں اوپر بتایا جا چکا ہے کہ جناب عبد اللہ بن عباس علیہ السلام اور جناب ابی بن کعب علیہ السلام کی قراءت ایک ہی ہے یہ سب بھی قرآت کا اختلاف ہوا نہ کہ تحریف کا۔

ایک یہ بھی قرینہ ہے کہ جناب عثمان غنی علیہ السّلام کی طرف سے اس معاملے کے حل کے بعد جناب عبداللہ بن عباس علیہ السلام نے اور جناب ابی بن کعب علیہ السلام نے بھی اسی قرآت پر اتفاق کر لیا تھا جو بقیہ اصحاب رسول کی تھی۔

جواب چہارم۔

جناب عبداللہ بن عباس علیہ السلام کی طرف سے قراءت کا اختلاف ہو یا بقیہ اصحاب رسول کی طرف سے اختلاف ہو، ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تعلیمات موجود ہیں کہ اختلاف کی صورت میں خلفائے راشدین کے عمل پر پیروی کی جائے گی اس پر حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ، وَالسَّمْعِ، وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ ، قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوَى ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں نماز فجر کے بعد ایک موثر نصیحت فرمائی جس سے لوگوں کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں اور دل لرز گئے، ایک شخص نے کہا: یہ نصیحت ایسی ہے جیسی نصیحت دنیا سے (آخری بار) رخصت ہو کر جانے والے کیا کرتے ہیں، تو اللہ کے رسول! آپ ہمیں کس بات کی وصیت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا" : میں تم لوگوں کو اللہ سے ڈرتے رہنے، امیر کی بات سننے اور اسے ماننے کی نصیحت کرتا ہوں، اگرچہ تمہارا حاکم اور امیر ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ تم میں سے آئندہ جو زندہ رہے گا وہ (امت کے اندر) بہت سارے اختلافات دیکھے گا تو تم (باقی رہنے والوں) کو میری وصیت ہے کہ نئے نئے فتنوں اور نئی نئی بدعتوں میں نہ پڑنا، کیونکہ یہ سب گمراہی ہیں۔ چنانچہ تم

میں سے جو شخص ان حالات کو پالے تو اسے چاہیئے کہ وہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر قائم اور جمارہے اور میری اس نصیحت کو اپنے دانتوں کے ذریعے مضبوطی سے دبالے"۔ (اور اس پر عمل پیرا رہے) امام ترمذی کہتے ہیں: ۱- یہ حدیث حسن صحیح ہے، ۲- ثور بن یزید نے بسند « خالد بن معدان عن عبدالرحمٰن بن عمرو السلمي عن العرباض بن سارية عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم » اسی طرح روایت کی ہے۔

جامع ترمذی جلد اول رقم حدیث نمبر 2676

سنن ابی داؤد رقم حدیث نمبر 4607

مسند احمد رقم حدیث نمبر 16692

جواب پنجم۔

اول کہ تستانسوا قرآت متواترہ ہے۔ اور متواتر کے مقابل خبر واحد یا شاذ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

دوسرا یہ کہ تستاذن اور تستانس ہم معنی ہیں۔ سیدنا عمر فاروق اعظم علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں اجازت طلب کی أستانس یا رسول اللہ. تو ظاہر ہے پھر یہ حروف سبعہ کے معنی میں ہے جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کی تشریح یوں بھی کی کہ مترادفات کے ساتھ پڑھنا جیسے کہا جائے هلم يا أقبل يا تعال يا إلي يا نحوي يا قصدي. تو ایک ہی بات مترادف الفاظ سے کہنا۔ تو ممکن ہے کہ جناب عبداللہ بن عباس علیہ السلام اپنی قراءت کو اس سے بہتر سمجھتے ہوں۔

تیسرا یہ ہے کہ خود جناب عبداللہ بن عباس علیہ السلام نے بھی استئناس کی تفسیر استئذان سے کی ہے۔ لہذا تحریف کا پوائنٹ ہی خارج از امکان ہے۔ اور ان روایات میں نہ تو تحریف کا لفظ ہے نہ اس کے ہم معنی بلجزم کسی کاتب کی طرف سے قرآن مجید میں تبدیلی یا اضافے وغیرہ کے الفاظ ہیں جس کی وجہ سے اس کو تحریف قرآن والے معاملے میں سرے سے پیش ہی نہیں کیا جاسکتا یہ اور بات ہے کہ امامیہ ایسی بے وقعت اخبار سے حقانیت قرآن مجید کو مشکوک بنانا چاہتے ہیں۔

یاد رہے کہ امامیہ کے مطابق قرآن مجید میں تحریف کی چاروں صورتیں یعنی اضافہ نقصان تغیر تبدل درجہ تواتر میں ثابت ہیں اور یہ روایات درجہ تواتر میں امامت کی روایات سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں۔ تفصیل فصل الخطاب جیسی ضخیم کتاب ہے۔ جبکہ اس کے مقابل اہل سنت کے ہاں قرآن مجید ہی تواتر میں سب سے اعلیٰ ہے۔ باقی تمام اخبار اس کے بعد ہیں۔ اور اس جیسے شاذ اقوال تو کسی خبر واحد صحیح کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتے کجا کہ اس کو متواتر قرات کے خلاف بطور ثبوت لایا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب کون۔

حضرت معاذ بن جبل علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وصیت فرماتے ہوئے باہر نکلے ، فرمایا

"میرے اہل بیت سمجھتے ہیں کہ یہ میرے سب سے زیادہ قریبی لوگوں میں سے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ تم سب میں سے زیادہ قریب ترین وہ لوگ ہیں جو تقوی اختیار کریں خواہ جو بھی ہو اور جہاں بھی ہو۔

طبرانی کبیر جلد 20 صفحہ نمبر 120،121۔

مسند احمد جلد دہم رقم حدیث نمبر 24402

مجمع الزوائد۔۔۔سند جید۔

زیر بحث حدیث مبارکہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج کی عکاسی کر رہی ہے۔ اور عقل و نقل کے بھی عین مطابق ہے۔

اس حدیث کی تائید میں مندرجہ ذیل آیات دیکھیں۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۳﴾

اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے قبیلے بنا دیئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔(سورہ حجرات آیت نمبر 13)

اِنَّ اَوۡلَی النَّاسِ بِاِبۡرٰہِیۡمَ لَلَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡہُ وَ ہٰذَا النَّبِیُّ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ وَ اللّٰہُ وَلِیُّ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۶۸﴾

سب لوگوں سے زیادہ ابرہیم سے نزدیک تر وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کا کہا مانا اور یہ نبی اور جو لوگ ایمان لائے ،مومنوں کا ولی اور سہارا اللہ ہی ہے۔

سورہ آل عمران آیت نمبر 68.

ثابت یہ ہوا کہ معیار رشتے داری نہیں معیار تقوی ہے جو صحابہ کرام اور اہل بیت رسول دونوں میں پوری امت سے زیادہ موجود تھا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان سب میں تقوی میں سب سے زیادہ کون تھا اس حوالے سے مندرجہ ذیل آیات مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

وَ سَیُجَنَّبُہَا الۡاَتۡقَی ﴿۱۷﴾

اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیز گار ہو گا

الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ﴿۱۸﴾

جو پاکی حاصل کرنے کے لئے اپنا مال دیتا ہے۔

وَ مَا لِاَحَدٍ عِنۡدَہٗ مِنۡ نِّعۡمَۃٍ تُجۡزٰۤی ﴿۱۹﴾

کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو۔

اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ رَبِّہِ الۡاَعۡلٰی ﴿۲۰﴾

بلکہ صرف اپنے پروردگار بزرگ و بلند کی رضا چاہنے کے لیے۔

سورہ لیل آیات 17,18،18،20

یہ آیات جن میں تقویٰ کی انتہا کا ذکر ہے یہ جناب ابو بکر صدیق علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں جس بارے میں روایات کرنے والے مندرجہ ذیل صحابہ کرام و تابعین ہیں۔

1۔جناب عبد اللہ بن عباس علیہ السلام۔

2۔جناب عبد اللہ بن مسعود علیہ السلام۔

3۔جناب عبد اللہ بن زبیر علیہ السلام۔

4۔جناب عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ۔

5۔جناب قتادہ رحمۃ اللہ۔

6۔جناب عامر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ۔

تفسیر ابنِ جریر طبری جلد 30۔ صفحہ 74

تفسیر ابن کثیر جلد پنجم۔

مستدرک حاکم جلد چہارم صفحہ نمبر 572

مجمع الزوائد جلد ہفتم صفحہ نمبر 291رقم 11496

اہل بیت رسول۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کے مصداق

حصہ اول۔

سوال یہ ہے کہ، کیا اہل بیت رسول میں شامل ہونے کے لیے رسول اللہ کی چادر میں آنا ضروری ہے۔؟

جواب میں عرض ہے کہ امامیہ حضرات سے جب پوچھا جاتا ہے کہ ازواج رسول کو آپ اہل بیت رسول میں کیوں نہیں تسلیم کرتے تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ جن چار شخصیات کو ہم اہل بیت رسول مانتے ہیں ان کو چادر کے نیچے جب ڈالا گیا تھا تو اس وقت ازواج مطہرات میں سے جناب ام سلمہ سلام

اللہ علیہا موجود تھیں لیکن ان کو چادر کے نیچے نہیں آنے دیا گیا. اس وجہ سے ہم اہل بیت میں ازواج مطہرات کو شامل نہیں مانتے

جبکہ یہ استدلال پرلے درجے کی جہالت پر مبنی ہیں شرح اس کی یہ ہے کہ

نمبر 1۔ اول چادر کے اندر نہ لانا ازواج مطہرات کی اہل بیت رسول میں ہونے کی نفی نہیں ہو سکتی کیونکہ کہ جن شخصیات کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر میں لیا تھا ان میں ایک مرد حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ بھی تھے جن سے حضرت ام سلمہ۔ سلام اللہ علیہا کو پردہ لازم تھا بھلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس جواز کے تحت ایک چادر کے نیچے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جناب ام سلمہ سلام اللہ علیہا کو لے سکتے تھے ۔

نمبر 2۔ حضور علیہ السلام نے جناب ام سلمہ سلام اللہ علیہا کو اہل بیت رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے خارج نہیں فرمایا بلکہ خیر پر فرمایا یعنی تم بہتر حالت میں ہو تو بہتر حالت کون سی تھی ؟ جو قرآن مجید میں بیان ہوئی کہ خود ازواج مطہرات کو اللہ نے اہل بیت رسول قرار دیا۔

سورہ احزاب آیت نمبر 33

ظاہر سی بات ہے جو شخصیات پہلے سے اہل بیت رسول تھیں وہ بہتر حالت میں ہی تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہلبیت رسول صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قرار دیا جب کہ دوسری چار شخصیات چادر والی کو رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے اعزازی اہل بیت فرما کر چادر کے نیچے لا کے دعا مانگی۔

نمبر 3۔ امامیہ حضرات کی اطلاع کیلئے عرض ہے کے واقعات حدیث کسا کی حدیث میں بھی موجود ہے جس میں میں ازواج رسول کو چادر میں لیا گیا تھا جب حضرت علی چادر سے نکل گئے اور رسول اللہ نے جناب ام سلمہ کے پوچھنے پر کہ یا رسول اللہ کیا میں آپ کے اہل بیت میں سے نہیں ہوں ؟ اس سوال پر آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا

"بلی کیوں نہیں تم بھی میرے اہل بیت میں شامل ہو"

کتاب فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم جلد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ 461ء460، امامیہ کی معتبر کتاب کشف الغمہ جلد اول باب فی معنی آلاہل

حصہ دوم۔

اہل بیت رسول میں شامل ہونے کے لئے چادر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرط رکھنے والے امامیہ حضرات سے ہمارے سوالات۔

سوال نمبر 1۔ اگر اہل بیت رسول میں داخل ہونے کے لئے لیے چادر رسول میں داخل ہونا ضروری تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو کیوں فرمایا السلام علیکم یا اھل البیت،

شیعہ کی معتبر کتاب حیات القلوب جلد دوم فضائل خدیجہ صفحہ نمبر182

جب کہ آیت تطہیر اور احادیث کساء کا شان نزول وورود حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی وفات کے کئی سال بعد ہوا۔؟

سوال نمبر 2۔ اگر چادر رسول میں آنا ضروری ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی رسول حضرت سلمان فارسی علیہ السلام کو کیوں فرمایا کہ سلمان منا اھل البیت۔ سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔

مذہب امامیہ کی معتبر کتاب رجال کشی۔ صفحہ 20,ناسخ التواریخ جلد دوم

جب کہ حضرت سلمان فارسی علیہ السلام چادر تطہیر کے نیچے نہیں آئے؟

سوال نمبر 3۔ کیا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا، حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کیا یہ چاروں شخصیات چادر تطہیر کے نیچے آنے سے پہلے اہل بیت رسول میں سے نہیں تھے۔؟ یہ بات تو امامیہ حضرات کو بھی تسلیم نہیں ہو گی کہ وہ پہلے اہل بیت رسول میں سے نہیں تھے۔؟

سوال نمبر 4۔ دوسری صورت میں اگر پہلے سے یہ 4 شخصیات اہل بیت رسول تھے تو اہل بیت رسول میں ہونے کے لیے چادر تطہیر کی تخصیص ٹوٹ جاتی ہے؟ 🛠

سوال نمبر5۔ حضرت واثلہ رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اہلبیت فرمایا تھا. تاریخ کبیر امام بخاری جلد8 صفحہ 187، طبرانی کبیر رقم 267

جبکہ آپ کو چادر تطہیر کے نیچے نہیں لایا گیا سوال یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چادر کی تخصیص کا ٹوٹنا ثابت ہوا کہ نہیں؟

سوال نمبر6۔ حضرت ماریہ سلام اللہ علیہا پر تہمت لگی اس کے بعد تہمت جھوٹی ثابت ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اپنا اہل بیت فرمایا۔ شیعہ کتاب حیات القلوب جلد دوم

جبکہ مسلم بین الفریقین ہے کہ انکو بھی چادر کے نیچے نہیں لایا گیا اس کے باوجود آپ۔علیہ السلام نے ان کو کیوں اپنے اہل بیت فرمایا؟

حصہ سوم۔ازواج مطہرات علیہم السلام حقیقی اہل واہل بیت رسول ہیں۔

اس کے بہت زیادہ شواہد موجود ہیں جو اہل سنت والجماعت کے موقف کی بھرپور تائید کرتے ہیں جبکہ امامیہ حضرات کا چادر کی تخصیص والی بات کے علاوہ کوئی دلیل ازواج مطہرات کو اہل بیت رسول سے نکالنے کی نہیں ہے، آج بھی امامیہ حضرات سے پنجتن پاک کی قسم اٹھا کے ان سے پوچھیں کہ آپ کے گھر والے کیا آپ کے اہل بیت نہیں ہیں؟ کیا آپ کی بیوی آپ کی اہلبیت نہیں ہے تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ میرے گھر والے کا ہر فرد میرے اہل بیت ہے لیکن اللہ بغض کا ستیاناس کرے جو رسول اللہ. صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اہل بیت رسول سے نکالنے کا سبب بنا۔

نمبر.1. قرآنی آیات سے ثبوت۔

ازواج مطہرات کا حقیقی اہل اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے پر بے شمار دلائل ہیں ملاحظہ ہو

- سورہ الاحزاب آیت 28 تا 34۔ ٹوٹل 7 آیات, سورۃ طٰہٰ آیت 132، سورہ ہود آیت 71 تا 73 ٹوٹل 3 آیات، سورہ مریم آیت 55، سورہ القصص آیت 29،

نمبر.2.احادیث مبارکہ سے ثبوت۔اہل سنت کتب

صحیح بخاری حدیث نمبر 4793، صحیح مسلم حدیث نمبر 1428, فضائل صحابہ امام احمد بن حنبل،461,462۔مسند احمد جلد 6 صفحہ 391, جلال افہام صفحہ 218، فضل اہل البیت صفحہ صفحہ 6,

نمبر.3.امامیہ کتب سے۔

تفسیر صافی، کشف الغمہ جلد اول صفحہ 46ء45. حیات القلوب جلد دوم صفحہ 182، تفسیر مجمع البیان جلد اول جز اول صفحہ 104، تفسیر صافی جلد اول جلد صفحہ 89، تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزو ہفتم صفحہ 211، صفحہ 5. تفسیر مجمع البیان جلد سوم جزو پنجم صفحہ 227, العلل والشرائع شیخ صدوق صفحہ 97، تفسیر منہج الصادقین جلد دوم صفحہ 211, تفسیر منہاج الصادقین جلد ہفتم صفحہ 279،۔

نمبر4.لغوی کتب معتبرہ سے۔

تاج العروس علامہ زبیدی جلد 28 صفحہ 41، لسان العرب علامہ ابن منظور جلد 11 صفحہ 29، القاموس جلد سوم صفحہ 423

مولود کعبہ کون؟

حصہ اول۔

اس حوالے سے حدیث سیرت و تاریخ کی بے شمار کتب ہمیں بتاتی ہیں کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کعبہ میں پیدا ہوئے چنانچہ امام مسلم اپنی صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ :

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے تھے اور انہوں نے 120 سال زندگی پائی(صحیح مسلم جلد دوم کتاب البیوع صفحہ 433

علامہ ابو جعفر محمد بن ابی بغدادی متوفی 245 ہجری لکھتے ہیں

حکیم وھزاولد فی الکعبہ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالی عنہ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔

کتاب المخبر صفحہ 176

امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر المالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

حكيم بن حزام بن خويلد ولد فى الكعبہ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالی عنہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے

الاستیعاب جلد اول باب حکیم بن حزام صفحہ 417

امام حاکم اپنی مستدرک میں لکھتے ہیں

حضرت مصعب بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت حضرت حکیم بن حزام مولود کعبہ ہیں ان سے پہلے یا بعد کوئی بھی کعبہ میں پیدا نہیں ہوا۔

مستدرک امام حاکم کتاب معرفت صحابہ زکر حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالی عنہ صفحہ نمبر 202 روایت نمبر 6044

شیعہ مؤرخ مرزا تقی لکھتے ہیں کہ

درکعبہ مادرش رادر دزادن بگرفت نطعی حاضر کردندتا حکیم رابزاد سو

یعنی حضرت عقیل بن حزام رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ اندر پیدا ہوئے

ناسخ التواریخ کتاب اصحاب حرف الحا جلد سوم صفحہ 322 کتاب فروشی تہران..

قسط دوم

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے حوالے سے دو باتیں ملتی ہیں

1۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔

2۔ آپ اپنے والد کے گھر میں پیدا ہوئے۔

قوی بات یہی ہے کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنے والد کے گھر شعب بنو ہاشم میں پیدا ہوئے۔اس ثبوت کے مزید شواہد ملاحظہ فرمائیں جن میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب حکیم بن حزام رضی اللہ تعالی عنہ کے کعبہ میں پیدا ہونے کا اثبات اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ کے کعبہ میں پیدا ہونے کی نفی مورخین اور محدثین نے کی

1۔ محدث امام ابن عساکر ۵۷۱ھ لکھتے ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے والد کے گھر پیدا ہوئے۔

(تاریخ دمشق ج ۴۲ ص ۵۷۵)

2۔امام حلبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کعبہ کے اندر پیدا

ہونے والی بات کمزور ہے

(سیرت حلبیہ ج ا ص ۱۶۵ باب تزویجہ خدیجتہ)

3۔امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

یعنی حضرت سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے ہیں اور کوئی نہیں مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مولود کعبہ ہونے والی بات علماء کے نزدیک کمزور ہے۔

4۔علامہ السفیری شارح بخاری لکھتے ہیں

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی بھی مولود کعبہ نہیں۔

(المجالس الوعظیہ فی شرح احادیث خیر البیریہ ج ۲ ص ۱۶۱)

5۔امام جلال الدین السیوطی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں

حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کعبہ میں ہوئی شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

آپ کے علاوہ کسی کا کعبہ کے اندر پیدا ہونا معروف نہیں۔

(تدریب الراوی ج۲ص۳۶۰النون الستون)

6۔علامہ خفاجی علیہ الرحمہ ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام الفیل سے تیرہ سال پہلے کعبہ میں پیدا ہوئے ان کے علاوہ کعبہ میں اور کوئی پیدا نہیں ہوا۔

(نسیم الریاض ج۱ص۱۵۰۹لتقسم الاول الباب الثانی)

7۔حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ۔

حکیم بن حزام کے علاوہ کسی کا کعبے میں پیدا ہونا معروف نہیں ۔

(تدریب الراوی ص۳۵۹)

8۔علامہ دیار بکری کا فیصلہ

اپنی مشہور کتاب تاریخ الخمیس ج۲ص۲۷۵پر لکھتے ہیں ۔

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کعبہ کے اندر پیدا نہیں ہوئے ۔

9۔مفتی بہاؤالدین مکی کا فیصلہ

لکھتے ہیں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کعبہ میں پیدا ہونا کمزور قول ہے ۔

(تاریخ المکہ المرشفہ والمسجد حرام ص185)

10۔امام ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں ۔

مشہور یہ ہے کہ حضت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اور کوئی نہیں ۔

(شرح الشفاء ج۱ص۱۵۹)

11۔خلیفہ ابن خیاط لکھتے ہیں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مکہ کی وادی بنو ہاشم میں ہوئی ۔

(تاریخ خلیفہ ج ا ص ۴۷)

12۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کے اندر بنو ہاشم میں پیدا ہوئے ۔

(مختصر تاریخ دمشق دوسرا نسخہ ج ۵ ص ۴۴۶)

13۔ علامہ برہان الدین حلبی کا بیان ۔

حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کعبہ کے اندر کوئی پیدا نہیں ہوا۔

(سیرت حلبیہ ج ا ص ۱۳۹ عربی)

14۔ علامہ جامی علیہ الرحمہ کا مؤقف ۔

یہ رسول اللہ ﷺ کے عم زاد ہیں آپ کے داماد اور دوست ہیں ان کی جائے ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی

(شواہد النبوۃ ص ۲۸۰ مترجم)

15۔ علامہ ابن جبیر کا بیان۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت گاہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے پرورش پائی یہ آپ کے چچا ابو طالب کا گھر ہے۔(رحلتہ ابن جبیر ص ۱۲۹)

16۔ علامہ تقی الدین محمد بن احمد بن علی الفاسی فرماتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت گا نبی کریم علیہ السلام کی ولادت گاہ کے قریب ہوئی پہاڑی کے متصل اوپر والی جگہ اور یہ بات مکہ والوں کے نزدیک بغیر کسی اختلاف کے مشہور ہے اور اس دروازے پر لکھا ہے یہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولادت گاہ ہے۔

(شفا الغرام ج ا ص ۳۵۸)

17۔ علامہ زینی لکھتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کعبہ میں نہیں بلکہ ایک دوسری جگہ پیدا ہوئے

(خلاصتہ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام ج ۲ ص ۲۷۸)

📕👈18 مفتی امجد علی اعظمی لکھتے ہیں

(بہار شریعت ج ا ص ۱۱۵۰)۔

📕19۔ مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جس جگہ پیدا ہوئے وہ ابو طالب کا گھر تھا۔

(سفر نامے ص ۹۲ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

📕20۔ مفتی عبد القیوم ہزاروی کا بیان

(تاریخ نجد و حجاز ص ۳۱۶)

📕21۔ مفتی جلال الدین امجدی

(انوار الحدیث ص ۴۴۲)

📕22 مولانا غلام رسول سعیدی کی امام حاکم کے بارے میں وضاحت

اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جوف کعبہ میں جنم دیا۔

(المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۴۸۳)

امام ذھبی نے بھی ان کے بیان کو برقرار رکھا۔

تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۴۸۳

لکھتے ہیں تاہم ہمیں تلاش وبسیار سے اس واقعہ کا ثبوت نہیں ملا

(نعمتہ الباری فی شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۷۸۴)

📕23۔ علامہ غلام رسول قاسمی کا بیان

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم شعب بنی ہاشم میں پیدا ہوئے آپ کی جائے ولادت کو وہابیوں نے شہید کر دیا ہے ان میں سے ایک ایک جملہ بولتی ہوئی حقیقت ہے اگر کسی ایک آدھ عالم نے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو مولود کعبہ لکھ ہی دیا ہو تو اسے ان کے تسامح اور عدم توجہ محمول کرنا چاہیئے

(مولود کعبہ کون ص۶۷،۶۸)

25۔ مولانا محمد صدیق ہزاروی نے مکمل تفصیل کے ساتھ دلائل دیے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولود کعبہ نہیں بلکہ بنو ہاشم میں پیدا ہوئے

(مولود کعبہ کون ص۶۹)

26 ۔ مولانا انصر القادری کا فیصلہ۔

(ایضاً ص ۷۲)

27 مفتی حسان عطاری کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

28۔ علامہ ابولحسنات قادری کا رجوع، ان کی تفسیر دیکھ لیں ص ۱۷۱ سطر ۸

#مزید_حوالاجات_درجہ_ذیل_ہیں۔

29۔ احمد بن بن عبدربہ اندلسی لکھتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو ہاشم میں پیدا ہوئے۔

(العقد الفرید ج۴ ص۲۹۷)

30۔ علامہ مفتی سعید احمد لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جائے پیدائش بنو ہاشم ہے۔

(معلم الحجاج ص۳۰۶)

قارئین آپ نے دیکھا کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کعبہ کے اندر نہیں بلکہ بنو ہاشم میں پیدا ہوئے اور یہی قول معتبر ہے اگر کسی ایک آدھ علماء نے لکھا ہے تو ان سے تسامح ہوا ہے جیسے امام نووی نے بھی اس کی تصریح کر دی ہے۔۔

یہاں بعض لوگوں کو شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ بعض کتب اہل سنت میں حضرت علی علیہ السلام کی کعبہ میں ولادت کا تذکرہ ملتا ہے اس کے لیے گزارش یہ ہے کہ بعض کتب میں اس خبر کو صیغہ تمریض سے ذکر کیا گیا ہے۔

جیسے **مدارج النبوت** میں ہے کہ **گفت اند کہ بود ولادت وی در جوف کعبہ۔**

کہا جاتا ہے۔۔۔ مدارج النبوت جلد دوم صفحہ نمبر 531۔

اب یہ بات کہنے والے کون ہیں کوئی پتہ نہیں۔

اسی طرح شواہد النبوت میں ہے کہ **وبعض هفته اند۔۔**

کعبہ میں جناب علی علیہ السلام کی پیدائش بعض لوگ کہتے ہیں ۔

(شواہد النبوت صفحہ 160)

بعض کی تصریح شواہد النبوت کے مصنف نے بھی نہیں کی۔

علامہ شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالی عنہ نے جناب علی کی کعبہ میں پیدائش کے قول کو مشہور روایت لکھا ہے۔۔۔ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ 163

لیکن انہوں نے بھی کسی مصادر کا نام نہیں لکھا جبکہ جناب حکیم بن حزام علیہ السلام کے بارے میں شاہ صاحب ہی نے لکھا کہ جناب حکیم بن حزام علیہ السلام کا کعبہ میں پیدا ہونا صحیح تواریخ سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو تحفہ اثنا عشریہ صفحہ 164

اور سب جانتے ہیں کہ ہر کسی بے ثبوت بات کا محض مشہور ہونا وقوع کو مستلزم نہیں اور اس بات کو شیعہ علماء نے بھی تسلیم کیا ہے، جیسا کہ مشہور و معروف شیعہ عالم جناب محمد حسین سرگودھوی نے اس بات کو تسلیم کر کے لکھا ہے ملاحظہ ہو سعادت الدارین۔

بنیادی طور پر اہل سنت میں سے اگر کسی نے اس بات کو کہیں نقل کیا بھی ہے تو اس کی بنیاد امام حاکم کی مستدرک ہے جہاں انہوں نے جناب مولا علی علیہ السلام کی کعبہ میں پیدا ہونے کو متواتر اخبار کے طور پر لکھا تھا

مستدرک جلد سوم صفحہ 550۔

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ امام حاکم نے اپنی کسی کتاب میں ان خیالی اخبار میں سے کوئی ایک بھی نہیں نقل کی۔۔۔

جناب حکیم بن حزام علیہ السلام کے کعبہ میں پیدا ہونے کی روایات پر اشکالات کا تحقیقی جائزہ

پچھلی اقساط میں دلائل سے یہ بات بیان کر دی گئی ہے کہ مولود کعبہ صرف اور صرف حضرت حکیم بن حزام علیہ السلام ہی ہیں آپ کے علاوہ کوئی مولود کعبہ نہیں

اور جناب حکیم بن حزام علیہ السلام کی کعبہ میں ولادت کو تسلیم کرنے والے مندرجہ زیل عظیم علماء، محدثین مفکرین بھی شامل ہیں

امام علی بن غنام عامری، امام مصعب بن عبد اللہ قرشی اسدی، امام مسلم، علامہ ابو جعفر بغدادی، امام محمد بن عبد اللہ ازرکی ،امام زبیر بن بکار، امام احمد بن یحیی بلا زری، امام ابن حبان، امام احمد بن محمد خطاطی، حافظ احمد بن علی، علامہ عبد الملک بن محمد، علامہ حافظ احمد بن عبد االلہ ابو نعیم، امام حافظ ابن عبد لبر مصنف صاحب الاستیعاب، امام عبد الرحمن بن علی المعروف علامہ ابنِ جوزی، امام مبارک بن محمد، امام علی بن محمد المعروف علامہ ابنِ اثیر، امام عثمان بن عبد الرحمان، علامہ محمد بن مکرم، حافظ یوسف بن عبد الرحمن، امام زہبی، امام شکیل بن ایبک، امام ابن کثیر، امام ابنِ ملقن شامل 53 سے زائد اکابرین بھی شامل ہیں۔

اور یہ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ ان کی پیدائش مکہ میں شعب بنی ہاشم میں ہوئی۔ جس کے مزید شواہد ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ الحدیث و امام تقی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ جو اولاد امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے ہیں فرماتے ہیں کہ مولا علی علیہ السلام کی پیدائش نبی اقدس صلی اللہ علیہ کی ولادت گاہ کے قریب (شعب بنی ہاشم) میں ہے، جسے مسلمان " مولد علی" کہتے ہیں اور اس کے دروازہ پر یہ الفاظ موجود تھے

هزا مولد امير المومنين على ابن ابى طالب

یعنی یہ حضرت علی علیہ السلام کی ولادت کی جگہ ہے۔

ملاحظہ فرمائیں شفاء الغرام باخبار البلد الحرام۔ باب الحادی والعشرون جلد اول صفحہ نمبر 358.

اور اسی طرح مشہور و معروف قدیم مؤرخ علامہ خلیفہ ابنِ خیاط رحمت اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کی پیدائش کو کعبہ میں نہیں بلکہ شعب بنی ہاشم میں نقل کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں۔

حدثنا يحيى عن عبدالعزيز بن عمران بن عن محمد بن عبدالله مومل مخزومى قال ولد على بمكه شعب بنى هاشم

کہ ہم سے یحییٰ نے روایت بیان کی انھوں نے عبد العزیز بن عمران سے انھوں نے محمد بن عبد اللہ سے بیان کی کہ جناب علی مکہ میں شعب بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔ اسی طرح قدیم مؤرخ علامہ ابنِ عساکر رحمت اللہ علیہ نے بھی بیان کی کہ جناب کی پیدائش شعب بنی ہاشم میں ہوئی۔

تاریخ خلیفہ ابنِ خیاط صفحہ نمبر 199، تاریخ دمشق جلد 45 صفحہ نمبر 445، رقم روایت 5029۔

اور جن کتب میں مولا علی علیہ السلام فداہ روحی و جسدی کو مولود کعبہ کہا گیا تھا ان کے بل بوتے پر حضرت مولا علی علیہ السلام مولود کعبہ ثابت نہیں ہوتے۔

اور یہ بات ناچیز نے اپنی رائے پر نہیں کہی تھی بلکہ یہ بات پر اجلا حفاظ حدیث اولیائے کاملین اور علمائے معتقدین کے نزدیک صحیح نہیں تھی۔

حضرت حکیم بن حزام علیہ السلام کی کعبہ میں ولادت کے دلائل پر کچھ اشکالات اور جوابات۔

اشکال اول۔

امام مسلم نے بغیر سند کے حضرت حکیم بن حزام کی پیدائش کعبہ میں ہونے کو لکھا ہے۔

جواب۔

اس قول کو مستدرک کی روایات کے شواہد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے جناب حکیم بن حزام علیہ السلام کی کعبہ میں ولادت کو دو اسناد سے ثابت کیا ہے

چنانچہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں۔

پہلی سند۔

سمعت ابا الفضل الحسن بن یعقوب ،یقول سمعت ابا احمد محمد بن عبدالوھاب،یقول سمعت علی بن غنام العامری یقول ولد حکیم بن حزام فی جوف کعبہ ----

دوسری سند

اخبرنا ابو بکر بن محمد بن احمد بن بالویہ ثنا ابراہیم بن اسحاق الحربی ثنا مغرب بن عبداللہ --

مستدرک حاکم جلد پنجم کتاب معرفہ صحابہ صفحہ 201,202۔

اشکال دوم۔

جناب زبیر بن بکار چوں کہ اہل بیت کی دشمن تھے اس لیے ان کا جناب حکیم بن حزام علیہ کا کعبہ میں پیدائش ہونا انھوں نے اس دشمنی میں نقل کیا۔

جواب اول۔

جناب حکیم بن حزام علیہ السلام کا کعبہ میں پیدا ہونے کو نقل کرنے کا تعلق اہل بیت کی دشمنی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہ خیالی جرح تب زیر بحث ہونے کے قابل تھی جب یہ ثابت ہوتا کہ حضرت علی علیہ السلام کی ولادت کو انھیں نے رد کیا یا ان کے دور میں ان کی ولادت کو کسی نے بیان کیا ہوتا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ خیالی بات جناب امام حاکم نے چوتھی صدی ہجری میں جناب زبیر بن بکار کے بعد بغیر کسی سند کے نقل کرتے ہوئے پیش کی۔

جواب دوم۔

اگر یہی بات ہے تو پھر وہ ساری روایات جو جناب جعفر رحمتہ اللہ علیہ وجناب باقر رحمتہ اللہ علیہ نام کے راویوں نے امامیہ کتب میں اصحاب رسول والی فضیلتوں کو چھپا کر صرف اپنے خاندان کے اکابرین کے بارے میں نقل کیں وہ بھی صحابہ دشمنی کے لیبل کے ساتھ رد ہو جائیں گی۔

اشکال سوم۔

امام حاکم نے جناب حکیم بن حزام علیہ السلام کی کعبہ میں ولادت کو رد کیا

⚒جواب اول۔

اس کا ایک جواب تو یہی ہے کہ جھوٹوں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہو ۔

جواب دوم۔

یہ ہے کہ امام حاکم نے دو اسنادی روایات کو نقل کیا جس سے صحابیِ رسول جناب حکیم بن حزام علیہ السلام کی کعبہ میں ولادت کا اثبات ہے اور صرف دوسری روایت میں جناب مصعب بن عبد اللہ کے ان الفاظ کو اپنی خیالی روایات سے وہم قرار دیا جس میں جناب حکیم بن حزام علیہ السلام کا مولد کعبہ ہونے کی تخصیص تھی نہ کہ ان صحابی کی ولادت کی بات کو۔ ملاحظہ ہو مستدرک حاکم جلد پنجم۔

اشکال چہارم۔

حضرت حکیم بن حزام علیہ السلام کی کعبہ میں ولادت کو سبط ابنِ جوزی نے ایک راوی پر جرح کر کے رد کیا

⚒جواب اول۔

سبط ابنِ جوزی خود مردود ہے اس کی جرح سرے سے حجت ہی نہیں۔

ملاحظہ فرمائیں میزان الاعتدال، لسان المیزان جواب جواب دوٗم۔

جواب دوم۔

سبط ابنِ جوزی نے جس راوی پر جرح کی ہے جبکہ اس کی توثیق بھی ثابت ہے ملاحظہ ہو میزان الاعتدال جلد دوم۔جواب سوم۔

سبط ابنِ جوزی ہی نے بغیر سند کے حضرت علی علیہ السلام کی کعبہ میں ولادت والی ایک روایت کو بغیر سند کے نقل کیااس کو غلو کی بیماری کی وجہ سے کچھ لوگ آنکھیں بند کر کے قبول کر لیتے ہیں "زہے نصیب"

اشکال پنجم۔

امام ذہبی رحمہ اللہ علیہ نے امام حاکم والی مولود کعبہ جناب علی علیہ السلام والی بات اپنی تلخیص میں نقل کی۔

⚒جواب اول۔

امام ذہبی نے اپنی تلخیص میں کئی جگہ امام حاکم کی باتوں کو اور روایات نقل کر کے سکوت اختیار کر جاتیں ہیں جبکہ مستدرک کی ایسی کئی باتیں اور روایات غلط ثابت ہیں جن پر امام ذہبی نے بغیر جرح کے نقل کیں۔

جواب دوم۔

امام ذہبی کی تاریخ اسلام 52 جلدوں میں موجود ہے لیکن اس میں کہیں بھی جناب مولا علی علیہ السلام کا کعبہ میں پیدا ہونے کو نقل نہیں کیا جبکہ اس کے بر عکس اپنی کتاب سیر اعلام النبلا میں جناب حکیم بن حزام علیہ السلام کے بارے میں مولود کعبہ ہونا نقل کرتے ہیں۔

اشکال ششم۔

جناب ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی جناب مولا علی علیہ السلام کے بارے میں پیش کیا جاتا ہے

⚒جواب۔

جبکہ علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام حاکم ہی کا قول نقل کیا ہے اور یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ حکیم بن حزام علیہ السلام ہی مولود کعبہ ہیں چنانچہ آپ ان کے بارے میں لکھتے ہیں

کوئی نہیں جانتا کہ انکے علاوہ بھی کوئی کعبہ میں پیدا ہوا اور یہی مشہور ترین ہے ملاحظہ ہو شرح شفاء جلد اول صفحہ نمبر 159۔

اشکال ہفتم۔

نزھتہ مجالس میں ہے کہ حضرت علی کعبہ میں پیدا ہوئے۔ جس سے جناب حکیم والی خبر کی تردید ہوتی ہے۔

جواب۔ یہ بے سند بات جس کتاب سے پیش کی جاتی ہے اسی کے اندر جناب عمروں بن حزم کے بارے میں بھی موجود ہے کہ یہ شخص بھی کعبہ میں پیدا ہوئے۔

اور یہ بات اس کتاب کو پیش کرنے والوں کے موقف کا اثبات نہیں بلکہ کلی طور پر جھٹلا رہی ہے کیونکہ اس کو پیش کرنے والے اس فضیلت کے مصداق صرف مولا علی علیہ السلام کو مانتے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

افتو منون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض ----

اسی روایت میں ایک اور کفر بھی لکھا ہے اور اسی نزہتہ المجالس سے جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالی عنہا اعتقادی، عملی شرک کرنے والی ثابت ہو رہی ہیں (معاذاللہ) اور ملاحظہ ہو جلد دوم۔

اشکال ہشتم۔

فضائل میں ضعیف روایت قابل قبول ہوتی ہے ۔

جواب۔ جو روایت جناب علی علیہ السلام کے بارے میں پیش کی جاتی ہے وہ اس قسم میں شامل ہی نہیں ایسے راویوں کی روایت من گھڑت ہوتی ہے چنانچہ علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ نقل کرتے ہیں کہ

من امارات کون الحدیث موضوعا ایکون راوی رافضیا والحدیث فی فضائل اھل ا لبیت

مرقات جلد 11 صفحہ 387۔

ایک جاہلانہ مطالبہ۔

جناب حکیم بن حزام علیہ السلام کے بارے میں کعبہ میں ولادت پر کسی عالم کا قول دیکھائیں جس میں اس کو صحیح اخبار کے طور پر تسلیم کیا گیا ہو۔

جواب۔علامہ شاہ عبد العزیز رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

در تواریخ صحیحہ ثابت است کہ حکیم بن حزام بن خویلد ہم کہ برادر زادہ ام المومنین حضرت خدیجہ کبری بود درکعبہ متولد شدہ ----

اور تواریخ صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ حکیم بن حزام جو جناب خدیجہ کبری سلام اللہ علیہا کے بھتیجے تھے، یہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ملاحظہ فرمائیں تحفہ اثنا عشریہ باب دوم صفحہ 144.

معتدل موقف۔

جناب حکیم بن حزام علیہ السلام کے بارے میں تو جگہ کا کوئی اختلاف نہیں کہ آپ علیہ السلام کے بارے میں کعبہ کے علاوہ کہیں پیدا ہونے کا ذکر ہو۔

جبکہ جناب علی علیہ السلام کی جائے پیدائش میں کئی اختلاف ہیں اور ان روایات میں اسلام کے خلاف بھی ایسی باتیں موجود ہیں جن کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور ان ہی روایات میں خود اس موقف کے مدعی کے مؤقف کی تردید میں بھی باتیں موجود ہیں ۔پس راجح قول یہ ہی ہے کہ جناب علی علیہ السلام مکہ میں شعب بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔

تنبیہ۔

جو صاحب علم جناب حکیم بن حزام علیہ السلام کی روایات پر مزید بحث کرنا چاہے اور جناب علی علیہ السلام کی شعب بنی ہاشم میں پیدائش کی روایات پر مزید بحث کرنے کا خواہاں ہو وہ پہلے جناب علی علیہ السلام کے کعبہ میں پیدا ہونے والی روایت کو بے غبار ثابت کرے۔

بحث علیہ السلام اور رضی اللہ کے مصداق ۔

اس ضمن میں بہت سادہ سے لفظوں میں تین حصوں میں بات کریں گے۔

حصہ اول:علیہ السلام اور رضی اللہ سے مراد

حصہ دوم: کیا رضی اللہ تعالی عنہ اہل بیت علیہم السلام کو نہیں کہا جا سکتا، یا علیہ السلام اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوٗ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ لگایا جا سکتا ہے یا نہیں

حصہ سوم؛ اکابرین اہل سنت کا غیر انبیاء کے ساتھ علیہ السلام لگانے کے بارے میں کیا موقف ہے۔

حصہ اول۔

👈علیہ السلام اور رضی اللہ تعالی عنہ بنیادی طور پر دعائیہ کلمات ہیں، ایک جملے میں سلامتی کی دعا اور دوسرے جملہ میں اللہ کی رضامندی کا ذکر ہے۔ اور یہ دونوں جملے مقدس شخصیات کے پروٹوکول کے طور پڑھے، لکھے اور بیان کیے جاتے ہیں۔

👈رضی اللہ۔۔۔اور علیہ السلام کے الفاظ جس طرح اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لکھے جاتے ہیں اسی طرح معانی اور مفہوم کے حوالے سے اصحاب رسول علیہ السلام کے ساتھ بھی لکھے جا سکتے ہیں۔

👈اور رضی اللہ تعالی کے الفاظ علیہ السلام سے ایک لحاظ سے زیادہ بہتر ہیں شرح اس کی یہ ہے کہ سلامتی کی دعا سے بہتر اللہ کی ان مقدس شخصیات کی رضامندی ہے ۔

اگلے حصہ میں اہل بیت عظام کے ساتھ رضی اللہ۔۔۔۔اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ علیہ السلام کا جواز پیش کیا جائے گا۔

اس سے اس غلط فہمی کا بھی ازالہ ہو جائے گا جس میں عوام کو یہ بتایا جاتا ہے کہ علیہ السلام کے پروٹوکول کے الفاظ کے مستحق صرف اہل بیت رسول ہیں اور ان کو رضی اللہ نہیں کہا جا سکتا۔

بحث علیہ السلام اور رضی اللہ کے مصداق حصہ دوم۔

قارئین ذی وقار باوجود اس کے کہ علیہ السلام سے رضی اللہ کا پروٹوکول افضل ہے لیکن یہاں ایک طبقہ کی غلط فہمی دور کرنا مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ علیہ السلام صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی لکھا، پڑھا جا سکتا ہے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام نہیں لگایا جا سکتا ہے، ایسے طبقہ کی غلط فہمی دور کرنے کی غرض سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے علیہ السلام کے ثبوت کے لیے چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں

۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ

قل الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی---

سورت نمل آیت نمبر 59.

ترجمہ۔کہہ دیجیے تمام تر تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کے چنے ہوئے بندوں پر سلام ہو۔

القرآن الکریم سورت نمل

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مفسر قرآن صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

ا صحاب محمد اصطفاھم اللہ لنبیہ علیہ السلام۔

اللہ نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نبی کے لیے چنا۔

ملاحظہ فرمائیں الاستیعاب جلد اول صفحہ نمبر 22۔

اس کے علاوہ جناب انس رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ چنے ہوئے بندے امام الانبیاء علیہ السلام کی مقدس ذوات ہیں آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا پھر میرے اصحاب کو چنا چنانچہ کچھ کو میرے اصحاب میں سے میرے خسر اور داماد بنایا اور میرے مدد گار بنایا۔

👈اور اسی طرح جناب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت میں بھی ہے کہ اللہ نے تمام دلوں کو دیکھا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کر کے چن لیا اور رسول بنا کر بھیجا اور علم میں ممتاز کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو دیکھا تو امام انبیاء علیہ السلام کے اصحاب کو پسند کیا اور ان کو اپنے دین کا مددگار اور اپنے نبی کا وزیر و مشیر بنایا۔

ملاحظہ فرمائیں طبرانی، مجمع الزوائد جلد دہم، الاستیعاب جلد اول صفحہ نمبر 125.

👈امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ تعالی عنہ سورہ نمل کی مندرجہ بالا آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ

"برگزیدہ بندوں سے مراد اصحاب رسول ہیں اور خود انبیاء علیہم السلام بطور اولی اس میں داخل ہیں"

ملاحظہ فرمائیں تفسیر ابن کثیر جلد چہارم صفحہ 172.

👈اسی طرح امامیہ کتب میں نماز کے تشہد میں اسلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین کے الفاظ بھی صرف اہل بیت پر سلام بھیجنے کی تخصیص اور دعویٰ کو توڑ دیتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں۔

اصول کافی جلد دوم کتاب الفروع کتاب الصلاۃ باب تشہد صفحہ نمبر 141، تہزیب الاحکام جلد اول کتاب الصلاۃ صفحہ نمبر 219,220

ایک طبقہ کہتا ہے کہ اہل بیت عظام کو رضی اللہ نہیں کہنا چاہیے کیونکہ کہ یہ سرٹیفکیٹ اسکے لیے ہے جن سے اللہ تعالیٰ پہلے ناراض تھا پھر بعد میں راضی ہوا جبکہ اہل بیت سے تو کبھی ناراض ہی نہیں ہوا حالانکہ یہ جہالت ہے۔

شرح اس کی یہ ہے کہ ہر جگہ رضامندی ناراضگی کو مستلزم نہیں ہوتی۔

مثال اول۔

👈 جیسے انسان عام معاملات میں کسی سے ڈیل کرتے وقت فریق ثانی کو کہتا ہے کیا آپ اس پر راضی ہیں جبکہ پہلے اس پر وہ شخص ناراض نہیں ہوتا۔

مثال دوم۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے

ولسوف یعتیک ربک فترضی

ہم آپ کو اتنا دیں گے کہ آپ ہم سے راضی ہو جائیں گے

ملاحظہ فرمائیں سورت ضحیٰ آیت نمبر 5.

👈اگر پھر بھی اسی بات پر ہمارے مخالف بضد ہیں تو قرآن مجید نے خود اہل بیت کو رضی اللہ کہا اور اسی وجہ سے دوسرے اصحاب رسول کے ساتھ اہل بیت کو بھی اہل سنت رضی اللہ تعالی عنہ کہنے میں حق بجانب ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں انصار و مہاجرین کے لیے رضی اللہ کا ایوارڈ دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے اصحاب سے اور جو ان کے ساتھ نیکی کے ساتھ انکے پیچھے آیے اللہ ان سے راضی ہو گیا۔

ملاحظہ فرمائیں سورت توبہ آیت نمبر 100

اور یہ بات تو مسلم ہے اور اس میں تو اختلاف بھی نہیں کہ جناب علی رضی اللہ تعالی عنہ اس آیت میں شامل ہیں۔

👈 قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

اے اطمینان پانے والی روح، تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل، اسی طرح تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا، اور میری جنت میں داخل ہو جا

ملاحظہ فرمائیں سورت فجر آیات۔27,28,29,30.

اور اس کی تفسیر میں شیعہ مفسر قمی رقم طراز ہے کہ

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں

ان آیات میں جناب حسین کے لیے اللہ کی رضامندی کا ایوارڈ ملا ہے

ملاحظہ فرمائیں

تفسیر قمی سورت فجر صفہ نمبر 754.

پس ثابت ہوا کہ اہل بیت کے ساتھ بھی پروٹوکول کے طور پر رضی اللہ تعالی عنہ لکھا پڑھا جاسکتا ہے

🇸🇦بحث علیہ السلام اور رضی اللہ کے مصداق حصہ سوم۔

🇸🇦پہلا پورشن۔

اکابرین اہلسنت نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لگایا ہے

👈جناب عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ امام بخاری نے علیہ السلام نقل کیا۔

صحیح بخاری کتاب الفرائض۔

👈امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی عنہ سے جب پوچھا گیا کہ آپ نے کن سے علم حدیث حاصل کیا تو آپ نے صحابہ کرام میں سے جناب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ ،جناب مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی اور جناب عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی لیا تو ابو جعفر نے جواب میں کہا کہ

استوثقت یا ابا حنیفہ ا لطیبین المبارکین صلوات اللہ علیہم۔

تاریخ بغداد جلد 13 صفحہ 335۔

👈امام ابی عاصم،امام ادریس شافعی،امام دار قطنی،امام اسحاق بن منصور،امام۔ابی جعفر مصیصی ان سب نے صحابہ کرام میں امام اول خلیفہ بلافصل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اور مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم،داماد مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ جناب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے مقدس ناموں کے ساتھ علیہ السلام نقل کیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں

الحادی والمساوی جلد اول صفحہ نمبر 34, مسائل امام احمد بن حنبل جلد 8،

فضائل صحابہ والمناقبھم ،السنن ماثورہ کتاب الصلاۃ صفحہ 148,جز فیہ حدیث المصیصی لوین صفحہ نمبر 26,المزکیات صفحہ 170,

👈 ثابت ہو گیا کہ معنی اور مفہومی طور پر اہل بیت کے صحابہ کرام اور عیر اہلبیت صحابہ کرام کے ساتھ بطور احترام علیہ السلام لکھنا، پڑھنا، بولنا جائز ہے۔

🇸🇦دوسرا پورشن۔

کچھ اکابرین اہلسنت نے علیہ السلام کے الفاظ کو اہل بدعت کی مشابہت کی وجہ سے ترک کرنے کا حکم دیا؟

📝جواب اول۔

مشابہت کی وجہ سے کراہت کا فتویٰ حق بجانب ہے لیکن مشابہت کی علت جب نہیں ہو گی تو ان الفاظ کا استعمال جائز ہو گا اس کی شرح یہ ہے کہ

👈 مشابہت تب ہو گی جب ہم صرف اہل بیت کے ساتھ ان الفاظ کا استعمال کریں گے جبکہ ہم اہل بیت کے ساتھ ساتھ اصحاب رسول کے ناموں کے ساتھ بھی انکو لکھتے ہیں جیسے کہ اوپر اکابرین اہلسنت کی کتب سے ثبوت بھی پیش کر دیا گیا ہے ۔

پس مشاہبت کی علت ختم ہو گئی ۔

🇸🇦مثال اول۔

جب دس محرم کے روزہ کے حوالے سے شریعت نے استحابی حکم دیا تو یہ روزہ یہودی بھی رکھتے تھے اوران سے مشابہت سے بچنے کے لیے نویں محرم کا بھی روزہ رکھنے کا کہا گیا تا کہ مشابہت نہ رہے ملاحظہ ہو جامع ترمذی جلد اول ابواب الصوم باب عاشورہ کا روزہ صفحہ نمبر 410.

اسی طرح اہلبیت کے ساتھ ساتھ علیہ السلام کے الفاظ کو صحابہ کرام کے ساتھ لکھنے کا معاملہ ہے اس صورت میں مشابہت ختم ہو جاتی ہے۔

🇸🇦 مثال دوم۔

امامیہ اثنا عشریہ جناب مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ اور باقی آئمہ کرام کے ساتھ امام کا لفظ لگاتے ہیں اور یہی لفظ ہمارے اکابرین اہل سنت جناب ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور دوسرے آئمہ کرام کے ناموں کے ساتھ لگاتے ہیں شخصیات اور امام کے الفاظ سے مراد کے اختلاف کی وجہ سے مشابہت ختم ہو گئی۔

جواب دوم۔

علامہ شامی مشابہت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

اقول:۔۔

میں کہتا ہوں کہ اہل بدعت کے ساتھ مشابہت کا بدعت ہونا ہمارے نزدیک بھی طے ہے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ مذموم بات میں اور اس معاملہ میں جس میں ان کے ساتھ تشبہ کا قصداً ارادہ کیا گیا ہو۔

ملاحظہ فرمائیں ردالمختار کتاب الحتشی مسائل شتی جلد 10, صفحہ 484.

ایک اشکال اور اس کا جواب

قرآن مجید میں صرف آل محمد پر سلام آیا ہے۔

جواب۔

👈 پہلی بات تو یہ ہے اس سے تحصیص ثابت نہیں ہوتی صرف آل پر سلام بھیجنے کا جواز فراہم ہوتا ہے، اور اس سے دوسری مقدس شخصیات پر سلام بھیجنے کی نفی آیت سے نہیں ہو سکتی۔

👈 دوسری بات یہ ہے اس آیت سے آل یاسین سے خود جناب الیاس علیہ السلام مراد ہیں اور ان پر سلام کا زکر ہے اور دوسری قرآت میں جناب الیاس جناب الیاس علیہ السلام کی آل سلام علی آل یاسین ہے نہ کہ آل محمد کا ذکر۔

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ اور جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے فرامین کے مطابق بھی اس سے جناب الیاس علیہ السلام مراد ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں صحیح بخاری جلد دوم کتاب الانبیاء صفحہ نمبر 279۔

👈 اور یہاں پر بھی آل بمعنی ہر نیک وبد اولاد ہر گز مراد نہیں بلکہ جناب الیاس علیہ السلام کی نیک اولاد اور آپ کی پیروی کرنے والے صحابی اولین مصداق ہیں انہی آیات میں آلا عباد اللہ المخلصین۔۔۔اس کا واضح قرینہ ہے۔ملاحظہ ہو سورت الصفات آیت 128. معہ تفسیر ابنِ کثیر جلد چہارم صفحہ نمبر 369.

یقیناً آل محمد سے تمام نسبی اولاد پر سلام بھیجنے کا کوئی بھی عقل مند تسلیم نہیں کرے گا کیوں کہ آج بھی آل محمد کہلانے والے برے اعمال میں لتھڑے ہوئے آپ کو مل جائیں گے۔جن میں امام الانبیاء علیہ السلام کی اتباع کی کوئی چیز نظر نہیں آے گی۔

پس نقل اور عقل یہاں تسلیم کرنے کے لیے مجبور ہے کہ یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات،ساری صاحب زادیاں،صاحب زادے،بقیہ صالح آل اور آپ کے جملہ صحابہ کرام اولین مصداق ہیں۔

اگر معترضین اس جگہ نسبی آل مراد لیں گے تو جناب علی رضی اللہ تعالی عنہ اس سے خارج ہو جائیں گے کیونکہ جناب آل آبی طالب ہیں نہ کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔۔🛠️

👈 جناب جعفر صادق رحمہ اللہ تعالی عنہ ان اولی الناس بابراھیم۔۔۔کے تفسیر میں جناب عمر بن یزید کو فرماتے ہیں کہ

اللہ کی قسم۔تم بھی آل محمد میں سے ہو۔۔۔

آیت سے استدلال کرکے امام نے اس لیے فرمایا کہ جناب عمر بن یزید جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کرنے والوں میں شامل ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں تفسیر قمی تفسیر سورت آل عمران صفحہ نمبر 100,101. آیت نمبر 68۔

وقت افطار اور اور اہل سنت کے موقف کی حقانیت

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ

ثم اتموا الصیام الی الیل۔

"روزہ رات تک پورا کرو"

البقرہ آیت نمبر 187.

اس آیت کے دو مطلب سامنے آتے ہیں۔

پہلا۔

رات تک روزہ: جب رات ہو جاے جس وقت سورج غروب ہوتا ہے اور دن اور رات کی حدود سورج کا نکلنا اور غروب ہونا ہی بنتی ہیں۔

دوسرا۔

رات تک: جب رات ختم ہو جائے تب افطار کرو۔

دوسرے مطلب پر نہ کوئی عمل کرتا ہے اور نہ اس مطلب کو کوئی تسلیم کرتا ہے۔

رہا پہلا مطلب

"جب رات ہو جائے تب روزہ افطار کرو"

اس کے دو مطلب آگے پھر نکلتے ہیں۔

نمبر 1. جب اندھیرا چھا جائے تو تب افطار کرو۔

نمبر 2". جب سورج ☀️ غروب ہو جائے تو روزہ افطار کرو"

پہلے مطلب کو لیا جائے تو اس پر تو خود امامیہ بھی عمل نہیں کرتے کیونکہ سورج غروب ہونے کے بعد 10 15 منٹ تک کوئی اندھیرا نہیں ہوتا جس کو رات قرار دے کر اس آیت کو دلیل بنایا جائے۔

اب صحیح مطلب دوسرا ہی بنتا ہے جو قرآن کریم کی آیت کے مطابق فریقین (اہل سنت، امامیہ) کی کتب میں واضح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور آئمہ رحمت اللہ علیہ کی روایات میں موجود ہے اور جس سے اہل سنت کا وقت افطار سورج غروب ہونے کے فورا بعد کا ثابت ہوتا ہے۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔

👈شیعہ عالم حسین بخش جاڑااس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ

لیل سے مراد غروب شمس کا یقین ہے۔ علماء نے اس کی یہ علامت مشرق کی سرخی کا دور ہونا بیان فرمایا ہے۔ اگر مشرق کی سرخی زائل نہ ہوئی ہو۔ اور غروب شمس کا یقین ہو تو افطار جائز ہے۔

ملاحظہ فرمائیں امامیہ تفسیر انوار نجف تفسیر سورہ بقرہ صفحہ 238۔

پس ثابت ہوا کہ ہم اہل سنت جو سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی افطار کر لیتے ہیں یہ بالکل جائز فعل ہے۔ اب پہلے اہل سنت احادیث کی کتب اور پھر امامیہ کتب معتبرہ سے دلائل ملاحظہ فرمائیں جس سے ثابت ہو گا کہ وقت افطار وہی ہے جس وقت اہلسنت والجماعت روزہ افطار کرتے ہیں۔

📔اہل سنت کتب سے دلائل📔

👈 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سورج غروب ہو جائے تو روزے دار کی افطاری کا وقت ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری رقم 1954، صحیح مسلم رقم 1098۔

👈 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین تب تک غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے، کیوں۔ کہ یہود و نصاریٰ افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔

سنن ابی داؤد رقم 2353. سنن ابنِ ماجہ روم 1698.

📔امامیہ کتب سے دلائل📔

👈 امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ

جب سورج غروب ہو جائے تو افطار کا وقت ہو گیا۔ اور نماز کا وقت داخل ہو گیا۔

👈اور اسی طرح امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ

جب سورج غروب ہو جائے تو افطار کرنا جائز ہے۔

ملاحظہ فرمائیں

امامیہ کتاب من لایحضر الفقیہ رقم روایت.1932.663 صفحہ نمبر 61.

👈امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالی عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک صاحب کہتے ہیں کہ

کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ جب سورج چھپ جائے تو مغرب کا وقت ہو گیا۔

جب امام جعفر کو بتایا گیا کہ آپ کی طرف یہ بات منسوب ہے تو آپ نے اس کی تصدیق فرمائی۔

ملاحظہ فرمائیں اصول کافی کتاب الفروع جلد دوم وقت مغرب وعشاء۔ صفحہ نمبر 117.

اور یاد رہے کہ نہج البلاغہ میں مولا علی علیہ السلام کا فرمان موجود ہے کہ

"مغرب کا وقت اور افطاری کا وقت ایک ہی ہے ملاحظہ فرمائیں نہج البلاغہ باب نماز کے بارے میں عہدے داروں کے نام خط صفحہ نمبر 660.

"کیا نماز تراویح بدعت ہے"

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جن کا اپنا مذہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں وہ اہلِ سنت کے معمولات پر اعتراض کر رہے ہوتے ہیں۔

کہ

"رمضان میں جو اہل سنت رات کا قیام کرتے ہیں اس کو شیعہ بدعت اس لیے کہتے ہیں کہ یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں بلکہ جناب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جاری کردہ عمل ہے"

گو کہ اس لنگڑے دعوے کی حقیقت اس پوسٹ میں واضح کی جاے گی لیکن اسی طرح کا سوال اس مکتبہ فکر والوں سے ان کے کسی عمل کے بارے میں ہم کر لیں تو سوائے قیاس یا استدلال کے کوئی جواب ان کو بن نہیں پڑتا۔

مثال کے طور پر اگر ہم اسی مکتب فکر کے مصادر اول کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے پوچھ لیں کہ اذان میں

"علی ولی الله وصی رسول الله وخليفه بلا فصل"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کب تعلیم دیا تو آئیں بائیں شائیں۔۔۔۔۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت تو دور کی بات بعد والے آئمہ سے بھی اس کا ثبوت قیامت کی صبح تک پیش نہیں کیا جا سکتا۔

اپنے مصادر سے اس کے ثبوت کا جواب کیا دیں گے وہاں تو ان کو مجتہد الاعظم جناب صدوق صاحب نے تو اذان میں **علی ولی اللہ** کے الفاظ کہنے والوں پر، جن الفاظ میں مذمت کی ہے وہ مندرجہ ذیل مقام پر دیکھا جا سکتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں۔

شیعہ کتاب من لایحضرہ الفقیہ ابواب الصلاۃ باب الازان صفحہ نمبر78رقم 897۔

اب ہم اس تمہید کے بعد پوسٹ کے موضوع کی طرف آتے ہیں رمضان المبارک میں رات کے قیام کو تراویح کہا جاتا ہے وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، آپ نے خود تراویح کی نمازیں پڑھی ہیں اور رمضان المبارک میں رات کے قیام کی بہت فضیلت بیان فرمائی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالی نے رمضان کے روزے کو فرض کیا ہے اور اس کے قیام کو تمہارے لیے سنت قرار دیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں صحیح بخاری، سنن نسائی جلد اول صفحہ نمبر339.

بالفرض نماز تراویح پر اعتراض کرنے والوں کی بات تسلیم کر بھی لی جائے کہ یہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، بلکہ اس کو جناب فاروق اعظم علیہ السلام نے شروع کروایا پھر بھی یہ بدعت نہیں بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے حکم ہی سے خلفاء راشدین کا یہ عمل بھی سنت ہے۔

ملاحظہ فرمائیں جامع ترمذی جلد دوم

بدعت کا اطلاق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عوامل پر شرعی طور پر ہوتا ہی نہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق پر وہ فرقہ ہوگا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔

ملاحظہ فرمائیں سنن ترمذی، مشکات شریف۔

تمام صحابہ کرام شامل بالخصوص خلفائے راشدین کا عمل بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بدعت نہیں بلکہ سنت ہے ملاحظہ فرمائیں۔ سنن ابنِ ماجہ جلد اول

نمازِ تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،امام اول جناب ابو بکر صدیق علیہ اکھٹی جماعت کے علاوہ، حضرت عمر فاروق اعظم علیہ السلام، حضرت عثمان علیہ السلام اور مولا علی علیہ السلام کے عمل و حکم سے ان۔ مقدس ادوار میں ثابت ہیں ملاحظہ فرمائیں

مصنف ابنِ ابی شیبہ جلد دوم، سنن الکبریٰ بیہقی جلد دوم صفحہ 496، موطاامام مالک۔

"امامیہ کتب سے قیام رمضان کا ثبوت"

خود امامیہ کتب سے رمضان میں رات کو قیام کرنے کے لیے باقی دنوں سے اضافی عبادت ثابت ہے چناچہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ

جناب علی علیہ السلام ایک دفعہ رمضان المبارک میں جناب عثمان بن عفان علیہ السلام کے دور میں کہیں سے گزرے تو مسجد میں لوگ تراویح پڑھ رہے تھے تو مولانے فرمایا

اے اللہ عمر بن خطاب علیہ السلام کی قبر کو منور فرمائیوں کہ اس نے ہماری مساجد کو منور کیا۔

ملاحظہ فرمائیں شرح نہج البلاغہ ابن حدید جلد سوم فی رد الشارح علی المرتضی۔

جناب علی علیہ السلام رمضان میں ہر رات اور ہر دن میں ایک ایک ہزار رکعت ادا فرماتے تھے۔

ملاحظہ فرمائیں اصول کافی جلد دوم کتاب الفروع مایزاد من الصلاۃ فی شہر رمضان صفحہ نمبر 302 رقم حدیث نمبر 2790.

جناب جعفر صادق رحمہ اللہ تعالی عنہ رمضان میں ہر رات بیسویں روزے تک ہر روز بیس رکعت زیادہ نماز رمضان ادا فرماتے اور رمضان میں آخری عشرہ میں روزانہ تیس رکعت ادا فرماتے۔

ملاحظہ فرمائیں۔

الاستبصار فی زیادات شہر رمضان صفحہ نمبر 204. رقم روایت نمبر 1782.

پس ثابت ہوا کہ تھوڑے سا اختلاف کے ساتھ بھی امامیہ کتب سے بھی یہ نماز آئمہ علیہاالسلام سے ثابت ہے جس کو آج کل کے محب اہل بیت بدعت کہنے کا ادھار کھائے بیٹھے ہیں رمضان کی اس اضافی نماز کو بدعت کہنا خود آئمہ اہل بیت کو بدعتی کہنے کے مترادف ہے۔

نمازتراویح پرکچھ اعتراضات کاجائزہ

اعتراض اول۔

جن خلفاء کی اقتداء کی وجہ سے نماز تراویح کو ثابت کیا جارہاہے انکے نام شیعہ کتب سے دیکھاے جائیں۔

جواب۔

اہل سنت مصادر میں تو نام بھی موجود ہیں جن سے ہم نے نماز تراویح کا ثبوت دیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مجھے معلوم نہیں میں کب تک زندہ رہوں میرے بعد جناب ابو بکر اور جناب عمر فاروق کی پیروی کرنا۔

ملاحظہ فرمائیں

سنن ابنِ ماجہ جلد اول۔

پس اگر نماز کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونے کے ساتھ جناب فاروق اعظم علیہ السلام نے جگہ جگہ جماعت کو صرف ایک جگہ کر دیا تو یہ بدعت میں آتا ہی نہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے مقدس فرمان کے مطابق جناب فاروق اعظم علیہ السلام کا اپنا فعل بھی سنت میں شامل ہے۔

اور رہی امامیہ مصادر سے نام پیش کرنے کا سوال تو وہاں اصولی طور پر خلفاء ثلاثہ علیہا السلام کی خلافت وامامت ثابت ہے جس کا ثبوت خلافت وامامت کی کتب میں موجود ہے یہاں اس کا موقع نہیں۔

جہاں تک امامیہ کے خلفاء کے ناموں کا تعلق ہے وہ خود امامیہ مصادر سے بھی ان کے نام بطور خلیفہ کے پیش نہیں کیا جاسکتا ۔

جن دواماموں نے خلافت کی اس کو بھی امامیہ برائے نام خلافت کہتے ہیں ملاحظہ فرمائیں

کتاب احقاق الحق قاضی شوستری۔

جن روایات میں ان بارہ کازکر بھی ہے ان کو خود امامیہ اسماء الرجال کی روشنی میں وہ روایات پیش ہی نہیں کیا جاسکتیں۔

ملاحظہ فرمائیں امامی عالم مجتہد عراق جناب حیدر علی قلمداران کی کتاب امامت و خلافت۔اور علامہ شرف الدین موسوی کی الباطنیہ،رشد رشاد،شیعہ اہل بیت۔

اعتراض دوم۔

جو روایات امامیہ اور سنی کتب سے پیش کی گئی ہیں ان میں لفظ تراویح نہیں۔

👈جواب۔

یہ اعتراض جہالت پر مبنی ہے کیوں کہ اصل ثبوت رمضان میں اضافی نماز ہے کہ جس کو امامیہ بدعت کہنے کا ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور یہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور شیعہ کتب سے آئمہ کرام کے عمل و قول سے ثابت ہے جیسا کہ شیعہ کتب سے روایات دیکھا دی گئی ہیں۔

📝اعتراض سوم۔

کیا حضرت عمر فاروق اعظم علیہ السلام خود مسجد میں آکر نماز تراویح پڑھتے تھے۔

👈جواب۔

ہمارا کر اس سوال ہے کہ کہاں لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام نماز تراویح مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔

دوسرا یہ کہ جناب فاروق اعظم علیہ السلام تو شیعہ اماموں کی طرح تھوڑا ہی تھے جو دوسروں کو تو ترغیب دیتے ہوں لیکن خود عمل نہیں کرتے ہوں چنانچہ جناب باقر رحمہ اللہ تعالی عنہ متعہ کی ترغیب دیتے ہوئے ایک سائل سے گفتگو کر رہے تھے لیکن جوں ہی اس سوال کرنے والے نے پوچھا کہ کیا تمہاری اپنی عورتیں بھی یہ کام کرتی ہیں تو امام نے لاجواب ہو کر مباہلہ سے رائے فرار کرتے ہوئے اس سائل سے منہ پھیر لیا۔

ملاحظہ فرمائیں اصول کافی جلد دوم کتاب الفروع ابواب المتعہ۔

📝اعتراض چہارم۔

فرض نماز کے علاوہ جو نماز ہوتی ہے اس کے بارے میں گھر پڑھنے کی تعلیمات ہیں تو نماز تراویح مسجد میں کیوں۔

👈جواب۔

جن احادیث میں فرض نماز کے علاوہ کی نماز گھروں میں پڑھنے کی ترغیب ہے وہ فرض کے حکم میں اس طرح کے حکم کی طرح نہیں جس کے خلاف کرنے پر وعید ہے بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تراویح کو مسجد میں پڑھتے ہوئے ایک دن دیکھا تو فرمایا کہ قد احسنوا وقد صابوا

ان صحابہ نے اچھا کیا اور درست کیا۔

ملاحظہ فرمائیں سنن کبریٰ جلد دوم صفحہ نمبر 495.

👈دوسرا یہ کہ فرض نماز کے علاوہ نماز گھروں میں پڑھنے والی روایت میں نماز تراویح کی تخصیص خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قولی سے ثابت ہوگئ۔

📝 آخری بات۔🛠

👈 رمضان کی نماز تراویح امامیہ اہل سنت مصادر سے ثابت ہے جیسا کہ

مسلم شریف میں ہے کہ رمضان میں تراویح کی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جناب صدیق اکبر علیہ السلام کے دور سے آرہی ہے۔ملاحظہ فرمایئے صحیح مسلم جلد اول باب ترغیب فی قیام رمضان وھو تراویح۔جامع ترمذی جلد اول ابواب صوم ماجاء فی قیام شہر رمضان۔

👈اسی طرح امامیہ کتب سے بھی یہی نماز ثابت ہے اور اکیلے بھی ثابت ہے اور جماعت کے ساتھ بھی ثابت ہے

ملاحظہ فرمائیں اصول کافی جلد دوم کتاب الفروع۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل کو بدعت کہنے والے زرا اپنے گھر کی خبر لیں کہ ان کے مصادر کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ کی شریعت میں کتنی تبدیلیاں کی گئیں۔

🛠 بروایت مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ متعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا

ملاحظہ فرمائیں شیعہ کتاب تہذیب الاحکام،

جب کہ ان کے مصادر کے مطابق اس حرام کو پھر حلال ہونے کا فتویٰ دیا گیا۔

ملاحظہ فرمائیں فروع کافی جلد دوم۔

کہاں تک بیان کیا جائے اس پر کئی جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔

اک بہانہ:

🛠 یہاں شاید کوئی یہ کہے کہ ہمارے ہر امام کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

یہ اپنے مزہب کے 95 فیصد لٹریچر کو بچانے کے لیے جھوٹ گھڑا گیا اور اس پر جو امامیہ مصادر سے روایات پیش کی جاتی ہیں وہ خود ان کے اصول حدیث کی روشنی میں بھی اس قابل نہیں کہ انکی بنیاد پر اتنا بڑا دعویٰ کیا جا سکے۔

نکاح جناب ام کلثوم بنت علی کو تسلیم شدہ ماننے والوں کے ایک الزام کا رد بلیغ۔

جناب عمر فاروق اعظم علیہ السلام کی شادی مولا علی علیہ السلام کی حقیقی بیٹی جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا سے ہوئی یہ ایسی حقیقت ہے کہ اسکا ثبوت امامیہ کتب میں اتنا مضبوط ہے کہ عقیدہ امامت کی روایات بھی اتنی واضح نہیں ہیں۔

جب مخالفین ان تشیع مصادر کے حقائق کے جواب دینے سے عاجز آتے ہیں تو الزام دیتے ہوئے اس رشتہ کو کبھی جناب لوط علیہ السلام کی بیٹیوں، اور کبھی حجاج بن یوسف سے دوسری شخصیات سے رشتۂ ازدواج کے بے جوڑ معارضے پیش کرتے ہیں۔

اور یہ مخالفین کی ایسی مثالیں لانا شکست ہے۔
صحابہ واہلبیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل ومناقب کو الٹارنگ دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کام ہے

👈 قرآن مجید میں جب اصحاب رسول کے لیے مومن ہونے کے سرٹیفکیٹ کا ذکر مبارک ہوا تو اصحاب رسول کے دشمنوں نے کہا یہ تو بے ایمانوں کو بھی کہا گیا ہے۔
جواب میں خارجیوں نے ان کو اس جھوٹ پر ناکوں چنے چبوائے کیونکہ اس صورت میں اہل بیت علیہم السلام کے اندر موجود صحابہ کرام بھی ایمان سے فارغ ہو جائیں گے۔

👈حجاج بن یوسف اور لوطی قوم کی رشتہ دار کی بھینٹ اگر مولا علی علیہ السلام اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے رشتے کو چڑھا دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ مولا علی علیہ السلام کو اس رشتۂِ داری کا کوئی فائدہ نہیں تو مخالف سوائے تاویلات و تشریحات کے کیا کہیں گے۔
اب میں اس لنگڑے جواب کی طرف آتا ہوں جس میں یہ کہا گیا کہ اگر اس نکاح کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اہل سنت جو اس سے حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ حاصل نہیں ہو گا کیونکہ اس رشتۂِ پر مولا علی علیہ السلام کی کوئی رضامندی نہیں تھی۔
صحابہ کرام علیہم السلام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بابرکت کی کسی بھی فضیلت پر اعتراض اور اس نسبت کو بے وزن کرنے سے جو مخالفین کے استدلالات کرتے ہیں تو وہ خود ان کے اپنے معارضے سے بے وزن ہوتے جاتے ہیں جس کی اوپر دو مثالیں پیش کر دی گئی ہیں۔
ایک امامی نے جناب ابو طالب پر گفتگو کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہونے سے استدلال کیا تو دوسرے شخصیات نے کہا کہ چچا تو ابو لہب بھی تھا۔

📝جوابات۔

اول۔

یہ بات ثابت ہے کہ جناب ام کلثوم بنت علی سلام اللہ علیہا کو جنابِ فاروق اعظم علیہ السلام نے جس محبت سے رکھا اس کے باقی ثبوت کے علاوہ یہی کافی ہے کہ کم و بیش 6,5 سالوں میں کوئی بھی ناچاکی ان دونوں مقدس شخصیات کے درمیان نہیں ہوئی

پس اگر رشتہ طے کرنے کے دوران کچھ ناراضگی تھی بھی تو اس کو پیش ہی نہیں کیا جاسکتا۔

دوم۔

اگر فاروق اعظم علیہ السلام کے ساتھ شروع میں ناراضگی یا عدم رضامندی کی وجہ سے اس رشتے پر اثر پڑتا ہے تو لیجئے پھر

خود جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی مولا علی علیہ السلام کے ساتھ رشتہ پر خوش نہیں تھیں، اور جو زندگی ان کی رشتہِ ازدواج میں گزری وہ بھی ناراضگی کی ہی گزری اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اپنی مقدس زندگی کے آخری مہینوں میں بھی مولا علی علیہ السلام پر غضب ناک ہی رہیں۔

ان واقعات پر امامیہ حضرات نے جو تاویلات کی ہیں ان کا رد آپ میری کتاب الفتح المبین میں پڑھیں گے۔

ملاحظہ فرمائیں مذہب امامیہ کی معتبر کتب اصول کافی کتاب الفروع، امالی شیخ صدوق مجلس سابع والتسعون کشف الغمہ جلد دوم صفحہ نمبر 632.، بحار الانوار جلد 10 باب کیفیہ معاشرت مع علی، احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ نمبر 126,127، حق الیقین جلد اول وغیرہ۔

جواب دوم۔

جناب ام کلثوم بنت علی سلام اللہ علیہا کے رشتہِ ازدواج کو کی اہمیت کو کم کرنے کے لیے اصول کافی کی دو روایات کا سہارا لیا جاتا ہے

پہلی روایت۔

جس میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے غصب کا لفظ ایسے الفاظ کے ساتھ استعمال کیا جن کو کوئی اپنے معاشرے کا اخلاق سے عاری شخص بھی اپنے گھر کے کسی رشتے کے بارے میں استعمال نہیں کر سکتا۔جناب امام جعفر صادق علیہ السلام پر یہ الزام اصول کافی میں قائم کیا گیا۔

دوسری روایت

اس میں جناب فاروق اعظم علیہ السلام کی طرف سے رشتہِ مانگنے پر مولا علی علیہ السلام کی ناراضگی کا ذکر ہے۔

جواب اول۔

امامیہ کے ہاں اصول موجود ہے کہ کثرت روایات کو قلت پر ترجیح ہو گی نکاح ام کلثوم بنت علی سلام اللہ علیہاکے بارے میں ان روایات کے علاوہ کسی میں بھی یہ مکروہ الفاظ مقدس اماموں کی زبانوں کے حوالے سے موجود نہیں۔

جواب دوم۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے یہ شاذ الفاظ آپ علیہ السلام کے اپنے مذہب کے بھی خلاف ہیں لہذا اس روایت کو پیش ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ

امام علیہ السلام نے خود اس سے شرعی مسئلہ کا استدلال فرمایا۔ ملاحضہ فرمائیں فروع کافی جلد دوم، تہزیب الاحکام وغیرہ۔

جواب سوم۔

امامیہ مصادر سے یہ رشتہِ باقاعدہ شرعی طور پر ثابت ہے جیسا کہ شیعہ روایات سے ان کے علماء کو یہ بات تسلیم ہے کہ اس رشتہ کا اختیار جناب مولا علی علیہ السلام نے جناب عبد اللہ بن عباس علیہ السلام کو دے

دیا تھااور وکیل کا فیصلہ ہی مدعی یا مدعاعلیہ یا جس نے کسی بھی وجہ سے وکیل کو جرح وتعدیل کا اختیار دیا اس پر لاگو ہو گااور اس پر قانونی رضامندی ثابت ہوتی ہے پس اس کو غصب سے تعبیر کرنا اصولی طور پر حرفِ غلط کی طرح غلط ہے۔

اور پھر جناب فاروق اعظم علیہ السلام احکام اسلام کے ساتھ متمسک تھے بلکہ شیعہ مجتہد جناب شریف مرتضی کے بقول اسلام کو ظاہر اور غالب کرنے والے تھے ایسی ہستی کو رشتہ نہ دینا جناب فاروق اعظم علیہ السلام کی قدرع کا باعث نہیں بنتا بلکہ جناب مولا علی علیہ السلام عتاب میں آتے چنانچہ غصب والی اور جناب عباس علیہ السلام والی روایات کے باب میں ہی موجود ہے کہ جناب جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تمہارے پاس کوئی رشتہ لینے آے تو اس کے اخلاق اور دین داری پر تمہیں اطمینان ہو تو اسے رشتہ دے دو، اگر ایسانہ کیا تو زمین پر فتنے ہوں گے اور بڑا افساد برپا ہو گا۔

ملاحظہ فرمائیں امامیہ مذہب کی معتبر کتاب اصول کافی جلد سوم کتاب فروع باب نکاح ام کلثوم۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس روایت کو جناب یعقوب کلینی نے نکاح ام کلثوم علیہ السلام کے باب میں ہی لایا ہے۔

اور یہ بات ثابت ہے کہ مولا علی علیہ السلام ہر جگہ جناب فاروق اعظم علیہ السلام کی علمی و دینی خدمات کو ہمیشہ قبول فرمایا۔ اور خود شیعہ اکابرین نے بھی جناب مولا فاروق اعظم علیہ السلام کا اسلام اور انکا غلبہ اسلام ظاہری طور پر قبول کیا ہے جیسا کہ اس کا اسی تحریر میں باحوالہ تذکرہ کر دیا گیا ہے۔

رہی بات باطن کی تو جس طرح ان پر اعتراض کیا جاتا ہے اسی طرح جناب مولا علی علیہ السلام کے باطن پر بھی خارجی حملے کرتے ہیں مولا علی علیہ السلام کے باطن پر حملے کا راستہ خود امامیہ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کر کے کھلوایا ہے۔

جواب چہارم۔

غصب کے الفاظ خود امامیہ کے ہاں تقیہ پر معمول ہیں پس ان الفاظ کو تو اس رشتے پر ناراضگی کے ثبوت میں پیش ہی نہیں کیا جاسکتا چنانچہ شیعہ مجتہد نعمت اللہ جزائری لکھتا ہے کہ

اقول وعلی ھذا فحدیث اول فرج غصبنا محمول علی التقیہ والاخفا من عوام الشیعہ کما لا یخفا۔

ملاحظہ فرمائیں انوار نعمانیہ جلد اول۔

یعنی۔اس روایت کے پیش نظر غصب والی روایت تقیہ پر محمول ہے اور عوام شیعہ سے اخفاء پر۔ گویا حقیقت میں تو یہ رشتہِ غصب نہیں ہوا مگر زبانی اسکا اظہار آئمہ کرام بھی کرتے رہے ہیں اور شیعہ عوام کو یہی تاثر دیتے رہے تا کہ حقیقت حال ظاہر ہونے ہر شیعہ انتقامی کارروائی کرنے پر آجائیں کہ کیونکہ جناب فاروق اعظم علیہ السلام کے بارے میں جھوٹی ظلم کی داستانیں پھیلائی گئی ہیں اور شیعہ یہ کہہ کر نقصان دیں کہ جن کے بارے میں مختلف جھوٹ بتا کرامت کو فتنہ کی آگ میں ڈالا جاتا رہا ہے انکے ساتھ ہی اہل بیت رسول کو اتنی محبت تھی کہ ان کی تعریفوں کے اقرار کے ساتھ ساتھ رشتے ناتے بھی قائم کئے جاتے رہے ہیں۔

گویا حقیقت میں یہ رشتہِ ازدواج محبت کی بناء پر اور باقاعدہ شریعت کی روسے درست ہوا لیکن اپنے شیعوں کی تسلی کے لیے اس مقدس رشتے کو گندی گالیوں کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔

سنی و شیعہ قارئین ہمیں بتائیں کہ ایسے اماموں سے منقول دین قابل اعتماد کیسے ہو سکتا ہے جنہوں نے غیروں کو تو تقیہ کے ڈر سے الٹا راستہ دکھایا لیکن اپنوں کے ساتھ بھی یہ ظلم کیا کہ انہیں بھی سچا مذہب بتانے سے محروم کر دیا۔

جواب پنجم۔

غصب اور ناراضگی والی دونوں روایات خود قرآن مجید اور سنت کے مخالف ہیں اور امامیہ کے ہاں یہ اصول بھی ہے کی جو روایت قرآن کے خلاف ہو وہ رد کر دی جائے گی ملاحظہ فرمائیں اصول کافی جلد اول، اساس الاصول۔

قرائن بھی ان روایات کو رد کرتے ہیں جناب فاروق اعظم علیہ السلام کے ساتھ خوشگوار تعلقات پر روایات کا ڈھیر فریقین کی کتب میں لگا ہوا ہے۔ خود مولا علی علیہ السلام نے وقت وفات جناب فاروق اعظم علیہ السلام جیسے اعمال کی خواہش اللہ کے ہاں پیشگی کے وقت کے لیے کی تھی ملاحظہ فرمائیں معانی الاخبار۔

تنبیہ۔ یادرہے اس پر مخالفین کی کتب میں زبردستی بیعت والی روایات بھی موجود ہیں لیکن ان کو خود شیعہ اصول سے بھی پیش نہیں کیا جاسکتا ایک تو یہ سب قرآن مجید کے خلاف ہیں، دوسرا یہ روایات مرسل ہیں، تیسرا ان روایات میں مجروح ضعیف راوی موجود ہیں۔

جواب ششم۔

قانونی طور پر جناب ام کلثوم بنت علی سلام اللہ علیہا کا رشتہ جناب عمر فاروق اعظم علیہ السلام کے ساتھ ثابت ہے لہزا اس پر جو بھی اعتراض زمین و آسمان کے قلابے ملا کر کیا بھی جائے گا تو اس کے باوجود بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی اہمیت کو کم نہیں کیا جاسکتا۔

جواب ہفتم۔

جناب لوط علیہ السلام نے جب بیٹیاں پیشن کرنے کا کہا تھا تو وہ بطور نکاح کے تھا جیسا کہ امامیہ مفسر طبرسی نے مجمع البیان میں اس کو لکھا ہے

پس اگر ان بیٹیوں کو جناب لوط علیہ السلام کے جوان تسلیم کر لیتے تو جناب لوط علیہ السلام کی شریعت کی رو سے کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا ہے۔۔

اہم اور ضروری بات۔

میری تحریر یا وائس میں جہاں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم علیہم السلام پر اعتراضات کے جوابات کے تحت میں جہاں بھی اہل بیت علیہم السلام کو پیش کسی بھی وجہ سے پیش کرتا ہوں ۔

انکا تعلق محض الزامی جوابات، مخالف کے مسلمات اور ان کی تخیلات پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عمارت کو گرانے کی وجہ سے بطور آئنہ ہوتے ہیں ورنہ ناچیز خاک پا علمائے اہلسنت جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحاب رسول کا محب وغلام ہے اسی طرح اہلبیت علیہم السلام میں شامل صحابہ کرام علیہم السلام کا بھی محب اور غلام ہے۔

🇸🇦مظلوم مدینہ جناب عثمان غنی علیہ السلام کے قاتلین کی تلاش۔

📝قسط اول۔

اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کے جناب عثمان علیہ السلام کے باغی قاتل مولا علی علیہ السلام کے لشکر میں تھے جن میں سے ایک کو تو ایک اہم عہدے پر بھی خلیفہ وقت کی طرف سے فائز کیا گیا جس باغی منافق کو مالک اشتر کے نام سے جانا جاتا ہے اس کے بارے میں حقائق ملاحظہ فرمائیں👇

👈حَدَّثَنَا *عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ* ، قَالَ : حَدَّثَنَا *بَقِيُّ بْنُ مَخْلَدٍ* ، قَالَ : حَدَّثَنَا *أَبُو بَكْرٍ* ، قَالَ حَدَّثَنَا *أَبُو أُسَامَةَ* ، قَالَ : حَدَّثَنِي *الْعَلَاءُ بْنُ الْمِنْهَالِ* ، قَالَ حَدَّثَنَا *عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ الْجَرْمِيِّ* ، قَالَ : حَدَّثَنِي *أَبِي* قَالَ___الخ

اس صحیح سند سے ایک طویل حدیث میں، *ملعون، مالک اشتر* اور *اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا* کا کلام ملاحظہ فرمائیں:

قَالَ (*مالك الأشتر*) : اذْهَبْ بِهِ إِلَى عَائِشَةَ وَقُلْ : يُقْرِئُكَ ابْنُكَ مَالِكٌ السَّلَامَ , وَيَقُولُ : خُذِي هَذَا الْجَمَلَ فَتَبَلَّغِي عَلَيْهِ مَكَانَ جَمَلِكِ , فَقَالَتْ : *لَا سَلَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ , إِنَّهُ لَيْسَ بِابْنِي *

ترجمہ: مالک اشتر نے کہا، یہ اونٹ عائشہ (رضی اللہ عنھا) کی طرف لے جاؤ، اور کہنا آپ کا بیٹا مالک آپ کو سلام کہتا ھے، تو *اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنھا* نے جواب میں کہا: یہ اونٹ پکڑو اور یہاں سے نو دو گیارہ ھو جاؤ، اور میری طرف سے مالک اشتر سے کہنا، *لَا سَلَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ, إِنَّهُ لَيْسَ بِابْنِي* کہ اللہ اُس پر کبھی سلامتی نہ کرے، وہ میرا بیٹا ہے ہی نہیں."

[مصنف ابن أبي شيبة: 37090]-وسنده صحيح

👈🔴 ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مالک بن حارث الاشتر کو بدعا" اللہ اُس پر کبھی سلامتی نہ کرے 🔴"

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مالک بن حارث الاشتر نے سلام بھیجا اور ساتھ بطور تحفہ ایک اونٹ بھیجا اور کہا کہ آپ کا بیٹا مالک آپ کو سلام بھیجتا ہے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قاصد سے کہا یہ اونٹ واپس لے جاؤ اور مالک کو میرا پیغام دے دینا کہ میں تمہیں بدعا دیتی ہوں اللہ تم پر کبھی سلامتی نا کرے وہ میرا بیٹا ہی نہیں

(المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجمل جلد 7 صفحہ 534)

👈* اُم المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا *

2241حَدَّثَنَا عَلِيٌّ ، أَنَا زُهَيْرٌ ، نَا كِنَانَةُ قَالَ : كُنْتُ أَقُودُ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ لِتَرُدَّ عَنْ عُثْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، *فَلَقِيَهَا الْأَشْتَرُ فَضَرَبَ وَجْهَ بَغْلَتِهَا حَتَّى مَالَتْ* ، *فَقَالَتْ : رُدُّونِي لَا يَفْضَحُنِي هَذَا الْكَلْبُ* قَالَ : فَوَضَعْتُ خَشَبًا بَيْنَ مَنْزِلِهَا وَبَيْنَ مَنْزِلِ عُثْمَانَ ، يَنْقُلُ عَلَيْهِ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ_____

ترجمہ: اُم المؤمنین سیدنا صفیہ رضي اللہ عنھا، محاصرے کے دوران سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو کھانا دینے جارہی تھیں، تو اشتر سے ملاقات ھوئی، اشتر نے سیدنا صفیہ رضي اللہ عنھا کی سواری کے منہ پر مارا، یہاں تک کے اُم المؤمنین گرنے لگیں، پھر فرماتی ھیں: *مجھے واپس جانے دو، یہ کتا مجھے رسواءنہ کردے* پھر اُم المؤمنین نے اپنے گھر اور عثمان رضی اللہ عنہ گھر کے درمیان لکڑی ڈالی، وھاں سے آپ کھانا اور پینا پہنچاتی تھیں."

[مسند ابن الجعد: 2760]-وسنده صحيح

👈* مالک اشتر کا اپنا اعترافِ جرم *

قَدْ قَامَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ قَبْلُ خَطِيبًا , فَاسْتَعْمَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَلَى أَهْلِ الْبَصْرَةِ , وَزَعَمَ أَنَّهُ سَائِرٌ إِلَى الشَّامِ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا , قَالَ : فَرَجَعَ أَبِي فَأَخْبَرَ الْأَشْتَرَ , قَالَ : فَقَالَ لِأَبِي , أَنْتَ سَمِعْتَهُ ؟ قَالَ : فَقَالَ أَبِي : لَا ,

قَالَ : فَنَهَرَهُ , وَقَالَ : اجْلِسْ , إِنَّ هَذَا هُوَ الْبَاطِلُ ; قَالَ : فَلَمْ أَبْرَحْ أَنْ جَاءَ رَجُلٌ فَأَخْبَرَهُ مِثْلَ خَبَرِي ; قَالَ : فَقَالَ
: أَنْتَ سَمِعْتَ ذَاكَ ؟ قَالَ : فَقَالَ : لَا , فَنَهَرَهُ نَهْرَةً دُونَ الَّتِي نَهَرَنِي ; قَالَ : لَحَظَ إِلَيَّ وَأَنَا فِي جَانِبِ الْقَوْمِ , أَيْ إِنَّ هَذَا قَدْ جَاءَ بِمِثْلِ خَبَرِكَ , قَالَ : فَلَمْ أَلْبَثْ أَنْ جَاءَ عَتَّابٌ التَّغْلِبِيُّ وَالسَّيْفُ يَخْطِرُ أَوْ يَضْطَرِبُ فِي عُنُقِهِ فَقَالَ : هَذَا أَمِيرُ مُؤْمِنِيكُمْ قَدِ اسْتَوْلَى ابْنُ عَمِّهِ عَلَى الْبَصْرَةِ , وَزَعَمَ أَنَّهُ سَائِرٌ إِلَى الشَّامِ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا , قَالَ : قَالَ لَهُ الْأَشْتَرُ : أَنْتَ سَمِعْتَهُ يَا أَعْوَرُ ؟ قَالَ : إِي وَاللَّهِ يَا أَشْتَرُ لَأَنَا سَمِعْتُهُ بِأُذُنَيَّ هَاتَيْنِ , فَتَبَسَّمَ تَبَسُّمًا فِيهِ كُشُورٌ , قَالَ ، فَقَالَ : فَلَا نَدْرِي إِذًا عَلَامَ قَتَلْنَا الشَّيْخَ بِالْمَدِينَةِ ؟

خلاصلہ کلام اس روایت کا یہ ہے کہ

*** امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ * نے خطبہ دیا، اور خطبے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تقرری بصرہ میں بطور گورنر کردی، اور اپنے بارے میں امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں شام کی طرف جارہاہوں، راوی کہتاھے، کہ میرے والد نے جاکر * مالک اشتر * کو اس بات کی خبر دی، تو**

*** مالک اشتر * (کو یقین نہ آیا اور راوی کے والد سے مالک اشتر) نے پوچھا: کیا تم نے خود یہ بات علی (رضی اللہ عنہ) سے سنی ہے؟ تو میرے والد نے کہا، * نہیں ***

تو * مالک اشتر * نے کہا، پیچھے ہو جاؤ، یعنی مالک اشتر نے اُن کو (دھکا دے کر) پیچھے کی طرف کر دیا،

اور ساتھ میں کہا: * یہ جھوٹ ہے ایسا نہیں ہو سکتا * (یعنی میرے ہوتے ہوئے کسی اور کو گورنری کیسے دی جاسکتی ہے؟)

پھر ایک اور شخص * مالک اشتر * کے پاس آیا، اور اُس نے بھی یہی خبر * مالک اشتر * کو دی۔ تو * مالک اشتر * نے اُس سے بھی یہی پوچھا۔ کہ کیا تو نے خود سنا علی (رضی اللہ عنہ) سے؟؟ تو اُس نے بھی وہی کہا: * نہیں *

تو * مالک اشتر * نے اُس کو بھی دھکا دے کر، جھڑک کر پیچھے کر کے بٹھا دیا."

پھر * مالک اشتر * کے پاس، اُس کا قریبی ساتھی * عتاب التغلبی * آیا، تلوار لٹکائے ہوئے، اور کہنے لگا: یہ جو تمہارے مؤمنین کا امیر ہے (یعنی علی رضی اللہ عنہ)، اُس نے اپنے چچا کے بیٹے کو بصرہ کا گورنر بنا دیا

ہے، تو *مالک اشتر* نے اُس سے پوچھا: اوئے اَعور (یعنی اوئے عتاب التغلبی) کیا تونے خود علی سے یہ سنا ہے؟ تو *عتاب التغلبی* نے کہا: ہاں اللہ کی قسم اے اشتر میں خود اپنے اِن دو کانوں سے یہ بات، علی سے سُن کر آرہا ہوں۔

راوی کہتا ہے: *مالک اشتر* غصے سے دانت پیستے ہوئے مسکرایا، اور کہنے لگا: *ہمیں نہیں پتہ پھر ہم نے مدینہ میں اُس بزرگ (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ) کو کیوں قتل کیا"۔*

[مصنف ابن أبي شيبة: 37757]-وسنده صحيح

یعنی اس باغی نے صرف وزارت پانے کے لیے داماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کیا۔ جن اسلام دشمنوں کے نزدیک یہ قاتل باغی بھی رضی اللہ ہوں ان پر کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ خیر یہ تو کچھ نہیں داماد مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ جناب فاروق اعظم علیہ السلام کے ظالم قاتل لولو فیروز ملعون کا تو ایران میں باقاعدہ مزار بھی موجود ہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین کو شہید کرنے والے تو خود صحابہ تھے، اور محمد جو مولا علی علیہ السلام کے گھر پرورش پائی

لیکن " محمد " صحابہ میں شامل نہیں ."خوب اچھی طرح سمجھ لیں اس بات کو، اور ان کی طرف سے قتل کی روایت بھی درست نہیں ہیں۔

اگلی قسط میں جناب طلحہ علیہ السلام پر قتل کے جھوٹے الزام کے بارے میں حقائق سے آگاہ کیا جائے گا۔۔۔

قسط دوم۔

البدایہ والنہایہ کی روایت کے مطابق کم و بیش دو ہزار قاتلین کی نشان دہی مولا علی علیہ السلام کے لشکر میں ملتی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں البدایہ والنہایہ۔

جناب طلحہ علیہ السلام پر ایک الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے خلیفہ المسلمین کو شہید کیا اس الزام کے ثبوت کے لیے طبقات ابن سعد، مستدرک طبرانی کی روایات پیش کی جاتی ہیں لیکن ان روایات کو بطور حجت کسی شخصیت کے خلاف قتل کے الزام پر پیش ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ

جواب اول۔

👈 طبقات ابن سعد میں جو روایات موجود ہیں ان میں ایک۔روایت عبد الملک پر ختم ہوتی ہے اور اس میں دوراوی مجهول ہیں۔ جن کا نام تک مزکور نہیں۔

ایک راوی حباب کلبی بھی ہے جو قابلِ اعتماد نہیں۔

باقی روایات میں روح بن عباد سے ہیں ان میں سے ایک عوف نامی شخص پر ختم ہوتی ہے وہ بلغنی کے ساتھ موجود ہے یعنی ان کے بعد والے راوی مجهول ہیں۔

👈اس حوالے سے ایک روایت یہ بھی پیش کی گئی کہ

مروان نے جنگ جمل میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے پر تیر مارا اور ان کا خون بہنے لگا اور اس خون کے بہنے کی وجہ سے طلحہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

(الطبقات الکبری ابن سعد جلد 3)

یہ روایت منقطع ہے ثابت نہیں ہے ۔

👈امام بخاری کے استاذ امام علی بن مدینی فرماتے ہیں اس روایت میں " قیس بن ابی حازم " جنگ جمل میں شریک نہیں ہوا۔

(كتاب العلل الطبعة الثانيه)

قیس بن ابی حازم جب جنگ جمل میں شریک ہی نہیں تھا تو ظاہر ہے اس نے یہ واقعہ کسی سے سنا ہو گا وہ شخص نامعلوم ہے جس سے قیس بن ابی حازم نے یہ واقعہ سنا لہذا یہ روایت منقطع ہے ۔

اس روایت میں یہ صراحت موجود ہے کہ قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ میں نے مروان کو دیکھا کہ انہوں نے جنگ جمل میں طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے پر تیر مارا تھا۔

(مستدرک حاکم جز الثالث صفحہ 418)

یہ روایت ضعیف ہے ۔

وجہ ضعف:

اس روایت کی سند میں " اسماعیل بن ابی خالد " مدلس ہے اور مدلس جب عن سے روایت کرے تو اس کی روایت معتبر نہیں ہوتی۔

صحیح مسلم کے مقدمے میں ہے اور محدثین کا اجماع ہے مدلس کی عن والی روایت سماع کی تصریح کے بغیر ضعیف تصور کی جاتی ہے ۔

👈 مستدرک کی ایک روایت میں ایک راوی یحیی بن عیاش مجہول ہے، اور ایک راوی حسین بن یحیی کی توثیق نہ مل سکیں پس یہ بھی بطور حجت پیش نہیں کی جاسکتی۔

لہذا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ جنگ جمل میں حضرت طلحہ علیہ السلام کو مروان نے اس وجہ سے شہید کیا کہ نعوذ باللہ وہ امیر المومنین کے قاتل ہیں۔

👈 بالفرض مروان والی روایت مان بھی لی جائے جو جناب طلحہ علیہ السلام کے حوالے سے ہے تو صرف مروان کی اکیلے کی بات ہے جو ثابت بھی ہو جائے تو قتل کا الزام اصولی طور پر پھر بھی ثابت نہیں ہوتا جبکہ دوسری طرف مولا علی علیہ السلام کو قاتل ٹھہرانے پر ایک جماعت کی گواہی موجود ہے ملاحظہ فرمائیں تاریخ ابنِ عساکر ترجمہ جناب عثمان بن عفان علیہ السلام۔

یہاں وہ حدیث بھی یاد رکھیں جس میں جناب عثمان علیہ السلام کے قاتلوں کو امام الانبیاء علیہ السلام نے منافق فرمایا ملاحظہ فرمائیں صحیح ابنِ حبان، مستدرک حاکم جلد چہارم۔

یہ جواب صحابہ کرام کو قاتلین میں شامل کرنے والوں کے اصول پر بطور الزامی ہے ہمارے نظریہ سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔

لہذا ناصر عباس والی مجلس میرے خلاف پڑھنے کی بجائے ان کے خلاف ہی پڑھیں جنہوں نے امیر المومنین حضرت عثمان علیہ السلام کو شہید کرنے کا الزام جناب طلحہ علیہ السلام پر لگایا۔

ہمارے مذہب پر مولا علی علیہ السلام، جناب طلحہ علیہ السلام شامل تمام اصحاب رسول اس قتل سے بری ہیں۔

جواب دوم۔

اب اس حوالے سے ایک صحیح روایت پیش کرتے ہیں جس میں یہ واضع طور پر موجود ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ کے ہاتھوں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور علی رضی اللہ عنہ نے اس کا اعتراف کیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سیدنا طلحہ علیہ السلام کے صاحب زادے آے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوش آمدید کہا سیدنا طلحہ کے صاحب زادے غصہ ہوگئے ان کو اپنے باپ کی شہادت یاد آگئی۔ اور۔ مولا علی علیہ السلام سے کہا اے امیر المومنین مجھے آپ خوش آمدید کہہ رہے ہیں اور میرے باپ کو آپ نے قتل کر دیا اور میرا مال آپ نے لے لیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تم اپنے مال کی بات کرتے ہو تو تمہارا مال بیت المال میں پڑا ہے وہ تمہیں مل جائے گا یہ جو تم نے کہا کہ میں نے تمہارے باپ کو قتل کیا تو مجھے امید ہے کل قیامت کے دن اللہ کے دربار میں جب ہم جمع ہوں گے تو دونوں کو اللہ جنت میں بھیج دے گا اور ہمارے آپس میں جو بھی اختلافات تھے اللہ انہیں ختم فرمادے گا۔

مستدرک حاکم حدیث:3348

یہاں پر جناب طلحہ علیہ السلام کو شہید کرنے سے مولا نے انکار نہیں فرمایا۔

یہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دشمنوں کے اصول پر جس طرح جناب عمار علیہ السلام والی روایت جناب معاویہ علیہ السلام پر فٹ کی جاتی ہے، اسی اصول سے جناب طلحہ علیہ السلام کے قاتل مولا علی علیہ السلام ٹھرے اور جناب طلحہ علیہ السلام کے قاتل کے بارے جہنم کی بشارت خود مولا علی علیہ السلام سے ثابت ہے ملاحظہ فرمائیں طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ 120۔

ہماری کتب سے فیصلہ چاہیے تو آپ کے اصول پر یہ حاضر خدمت ہے۔🛠

۔میرے جواب پر سیخ پا ہونے کی بجائے ان کے خلاف احتجاج بلند کریں جنھوں نے اپنے من گھڑت اصول پر جناب عمار علیہ السلام والی حدیث کو جناب معاویہ علیہ السلام اور انکے تمام لشکر پر فٹ کی ہے۔

📝جواب سوم۔

جناب حسن سے پوچھا گیا کہ کیا امیر المومنین حضرت عثمان علیہ السلام کو شہید کرنے میں مہاجرین وانصار میں سے کوئی تھا تو آپ نے فرمایا

نہیں مہاجروں وانصار میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔ملاحظہ افرمائیں تاریخ خلیفہ ابنِ خیاط صفحہ نمبر 105.

جب کہ یہ ثابت کہ جناب طلحہ علیہ السلام مہاجرین میں سے ہیں۔

لہذا اس سے بھی انکے قتل امیر المومنین کی نفی ثابت ہوگئی۔

📝جواب چہارم۔

شروع میں جناب طلحہ کئی صحابہ کرام کے ساتھ امیر المومنین حضرت عثمان غنی علیہ السلام کے پاس آئے تھے لیکن جب امیر المومنین کے جوابات ملے تو ان کی تصدیق کر کے واپس چلے گئے تھے۔

ملاحظہ فرمائیں مستدرک حاکم جلد چہارم۔

اور آپ کے صاحبزادے محمد بن طلحہ علیہ السلام نے جناب حسنین کریمین، جناب زبیر بن العوام علیہ السلام کے صاحب زادے کے ساتھ مل کر قصر خلافت پر پہرا دیا۔ملاحظہ فرمائیں انساب الاشراف جلد پنجم تحت باب مسیر اہل الامصار الی عثمان علیہ السلام صفحہ 68،69.

🇸🇦۔ شہادت حضرت علی علیہ السلام اور ان کے قاتل کے بارے میں شیعہ کے الزام کا محاسبہ۔

📝اہلسنت مذہب حقہ کی ٹھنڈک، دل کی دھڑکن امام المتقین خلیفہ چہارم جناب مولا علی علیہ السلام آپ علیہ السلام آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیوں میں سے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا جو ان چاروں میں افضل تھیں کے شوہر ہیں،

آپ کے دادا جناب عبد المطلب بن ہاشم پر آپ کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

👈 آپ علیہ السلام کی ولادت مکہ میں شعب ابی طالب میں ہوئی۔

📓تاریخ خلیفہ ابنِ خیاط۔

آپ علیہ السلام جب اسلام لائے تو اس وقت مختلف روایات کے تحت آپ کی عمر دس سال تھی کچھ روایات میں تیرہ اور پندرہ سال بھی منقول ہے لیکن کثیر روایات دس سال والے موقف کو ثابت کرتی ہیں۔

📓 الاستیعاب جلد سوم صفحہ نمبر 199.

آپ علیہ السلام کو اپنی روحانی ماؤں کے ساتھ جو اہل بیت میں پہلے سے شامل ہیں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

آپ علیہ السلام کے بارے میں بے شمار فضائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے۔

اور الحمدللہ آپ علیہ السلام کی سیرت اور فضائل پر اکابرین اہل سنت کی بے شمار کتب موجود ہیں اس کے باوجود کوئی بد نصیب ہم اہل سنت کو ناصبی تصور کرتا ہے تو یہ اس کی جہالت اور نفرت کی وجہ سے رزیل فکر کا نتیجہ ہے اور مولا علی علیہ السلام کے اکثر فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی طرف سے بیان کی گئی روایات میں ہیں اب اگر ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کوئی بد بخت خائن جھوٹا

ہونے کا الزام اور دین میں نامنظور نامنظور کے نعرے لگائے تو اس کو عقلی اور نقلی طور پر ان سب فضائل کو جھٹلانا پڑے گا🛠️

👈 مولا علی علیہ السلام علم، شجاعت اور سخاوت میں اپنی مثال آپ تھے ۔

آپ علیہ السلام نے اپنے سے پہلے خلفاء راشدین کے ساتھ مل کر اسلام کی سربلندی کے لیے کام کیا،

آپ علیہ السلام نے اسلام اور خلفائے راشدین کے ساتھ کبھی منافقت نہیں کی جو کچھ دل می تھا وہی منقبت اور تعریف کی صورت میں ان کے لیے بیان فرمایا اور اصحابِ رسول علیہم السلام کے بارے میں امام حسن علیہ السلام کو وصیت بھی فرما کے گیے تھے کہ نبی کے صحابہ کا خیال رکھنا کیونکہ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے۔

📓کشف الغمہ جلد دوم صفحہ 109.

ایک طبقہ نے مولا علی علیہ السلام کی دنیا کے سامنے ایسی ڈاکومنٹری پیش کی جس کو کوئی غیر مسلم تو ہدایت حاصل کرنے اور متاثر ہونے سے رہا، کوئی عام مسلمان بھی اس نقلی پیش کردہ سیرت کو مولا علی علیہ السلام کے بارے میں قبول نہیں کر سکتا۔ اس معاملہ میں اہل سنت مزہب حقہ اسی میانہ روی پر ہیں جس کو مولا علی علیہ السلام نے بطور آئیڈیل اختیار کرنے کا حکم فرمایا ،اور آپ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میرے بارے میں دو گروہ ہلاک ہوں گے

ایک وہ گروہ جو میرے ساتھ دوستی کا دعویٰ کر کے اس میں حد سے بڑھے گا۔

دوسرا وہ جو دشمنی میں حد سے تجاوز کرے گا۔۔۔

اور پھر آپ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ میرے بارے میں سب سے اچھے وہ ہیں جو میانہ روی کا راستہ اختیار کریں۔

📓نہج البلاغہ خوارج کو جواب صفحہ نمبر 379.

اس فرمانِ عالی شان سے مذہب حقہ اہلسنت کے حق ہونے کا ثبوت بھی مل گیا کیوں کہ ہم آپ علیہ السلام کے بارے میں میانہ روی پر ہیں اور باقی دو ہلاک ہونے والے گروہوں کے بارے میں واضح طور پر اہل علم جانتے ہیں کہ انکا کس نئے مذہب سے تعلق ہے۔

مولا علی علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ۔

آپ علیہ السلام کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ آپ علیہ السلام کی شہادت مسجد کے اندر نماز کے دوران ہوئی جبکہ یہ بات فریقین کی کتب کی روشنی میں غلط ہے شرح اس کی یہ ہے کہ

آپ علیہ السلام 19 رمضان کو صبح کی نماز کے لیے نکلے اور لوگوں کو نماز کے لیے بلانے کے دوران کوفہ کی مسجد کے دروازے پر یا گلی میں آپ پر ابنِ ملجم ملعون نے وار کیے اور 21 رمضان کو آپ علیہ السلام کی روح مبارک پرواز کر گئی۔

مولا علی علیہ السلام کی قبر کی جگہ پر اختلاف

آپ علیہ السلام کی قبر کے بارے میں کافی اختلاف ہے کہ وہ کس جگہ پر ہے اس لیے یہ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ جس جگہ نجف میں مولا علی علیہ السلام کی قبر بتائی جاتی ہے وہی انکی قبر ہے بلکہ اس قبر کے بارے میں یہ بھی ہے کہ وہاں مشہور صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب مغیرہ بن شعبہ علیہ السلام مدفون ہیں۔

اور جناب حسن علیہ السلام سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے ان کو مدینہ منتقل فرما کر وہاں دفن کر دیا تھا

واللہ اعلم۔

حوالاجات

- سنی کتب۔ تاریخ بغداد جلد اول، تاریخ طبری جلد سوم، البدایہ والنہایہ جلد سوم،

شیعہ کتب۔ قرب الاسناد احادیث متفرقہ صفحہ نمبر 143. رقم روایت نمبر 515۔ تاریخ یعقوبی جلد اول صفحہ نمبر 455. کشف الغمہ جلد دوم صفحہ نمبر 107 (اس کتاب میں مسجد کے الفاظ مصنف نے اپنی طرف سے لکھے ہیں)

تنبیہ۔

یاد رہے مسجد میں شہادت داماد مولا علی علیہ السلام، سسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب عمر فاروق اعظم علیہ السلام کی مسجد نبوی مصلی رسول جیسی مقدس جگہ پر ہوئی تھی۔

اللہ کی کروڑوں رحمتیں اور برکتیں ہوں جناب فاروق اعظم علیہ السلام اور مولا علی علیہ السلام کی اس مقدس شہادت پر۔

مولا علی علیہ السلام کے قاتل کی شناخت

چند دن پہلے ایک صاحب کی طرف سے ہمیں یہ بتایا گیا کہ جناب علی علیہ السلام کا قاتل عبد الرحمن ابنِ ملجم کوئی عام امتی نہیں تھا بلکہ اس کا شمار مہاجرین صحابہ کرام میں ہوتا ہے، اب آیئے اس دعوے کے پیچ ڈھیلے کرتے ہیں

اس بات پر فریقین تسنن و تشیع کا مکمل اتفاق ہے کہ مولا علی علیہ السلام کا قاتل ابن ملجم کا تعلق خارجی ٹولے سے تھا اور خارجی گروہ خود خلیفہ چہارم کے لشکر کی پیداوار ہے جن کو شیعہ بھی کہا جا سکتا ہے، یہ بحث علیحدہ ہے کہ وہ لغوی شیعہ تھے یا مذہبی دونوں صورتوں میں تسنن کو کوئی نقصان نہیں۔

اب جب کے اس بات پر اتفاق ہے کہ ابنِ ملجم خارجی تھا اور مولا علی علیہ السلام کے لشکر کا آدمی تھا تو اب میں ثابت کرتا ہوں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خارجیوں بشمول (عبد الرحمن ابنِ ملجم) کا کوئی تعلق نہیں اس ثبوت میں مفسر قرآن صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عباس علیہ السلام کا نظریہ پیش خدمت ہے۔

جناب عبد اللہ بن عباس علیہ السلام جب خوارج کے پاس جاتے ہیں تو خوارج کے ساتھ جو انہوں نے گفتگو فرمائی اس میں یہ بھی تھا کہ

آپ علیہ السلام نے خوارج کو یہ کہا تھا کہ

میں تمہارے پاس مہاجرین وانصار صحابہ کرام کے پاس سے آیا ہوں تاکہ ان کی جانب سے جو خبریں پہنچی ہیں ان کی حقیقت حال تم تک پہنچاؤں ان صحابہ کرام کی موجودگی میں قرآن نازل ہوا ہے اور وہ لوگ تم خارجیوں سے زیادہ وحی کو جانتے ہیں۔۔۔اور آپ علیہ السلام نے ان خارجیوں سے یہ بھی فرمایا کہ تمہارے اندر ان صحابہ کرام میں سے کوئی بھی نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں مستدرک حاکم جلد دوم صفحہ نمبر 670.

🛠👈اب ایک حوالہ شیعہ مصارسے ملاحظہ فرمائیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں کوئی خارجی شامل نہ تھا

چنانچہ امام جعفر رحمتہ اللہ علیہ صحابہ کرام کی تعداد بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام 12000 تھے ان میں 8000 مکہ کے اور 2000 مدینہ کے اور 2000 ایسے لوگ تھے جو اسلام لانے کے بعد آزاد کر دیے گئے۔اور ان صحابہ کرام میں نہ کوئی جبری تھا،نہ کوئی مرجی تھا اور نہ ان میں کوئی خارجی شامل تھا۔ ملاحظہ فرمائیں امامیہ مذہب کی معتبر کتاب الخصال جلد دوم صفحہ نمبر 408.

🛠👈۔اس کے علاوہ بھی کئی فرق ہیں مثلاً صحابہ کرام اللہ تعالٰی کے چنے ہوئے ہیں اور اللہ نے ان سب سے آخرت میں حسنی یعنی جنت کا وعدہ بھی کیا ہوا ہے جبکہ خوارج کے بارے میں آتا ہے کہ یہ تمام مخلوقات سے بدتر لوگ ہوں گے،دوزخ کے کتے ہیں۔،زمین کے نیچے یہ لوگ سب سے برے مقتول ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں سورہ حدید،مستدرک جلد دوم صفحہ نمبر 668،مجمع الزوائد،

🛠👈 صحابہ کرام میں شامل ہونے کے لیے جتنی شرائط بیان کی گئی ہیں وہ ابن ملجم مرادی میں موجود نہیں۔رہا یہ کہنا کہ جو کتب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سوانح پر لکھی گئی ہیں ان میں ابن ملجم کا نام ہے

جواب۔

یہ غلط فہمی ہے شرح اس کی یہ ہے کہ ان کتب میں ایسے حضرات کے نام موجود ہیں جو صحابہ کی تعریف میں آتے ہی نہیں جیسے جناب ابو طالب، اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ، اور مرتدین میں طلیحہ اسدی وغیرہ۔

اور ان کتب میں کئی ایسے نام بھی موجود ہیں جن کے صحابہ میں ہونے کے بارے میں اختلاف ہے یا انکو جمہور نے صحابہ میں شامل نہیں کیا جیسے مروان بن الحکم وغیرہ۔

اس لیے ان کتب میں صرف نام آنے سے اس کو صحابہ کرام میں شامل نہیں کیا جاسکتا

اور اسی وجہ سے جناب ملقن صاحب نے لکھ دیا کہ ابنِ ملجم کو صحابہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

👈رہی یہ بات کہ انہوں نے اس کو مہاجرین میں شامل کیا ۔

اس کے لیے عرض یہ ہے کہ انہوں نے ابنِ ملجم کو نہیں بلکہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مہاجرین میں شامل کیا ہے ملاحظہ فرمائیں توضیح شرح جامع الصحیح صفحہ نمبر 304.

پھر اس کا رد خود جناب عبد اللہ بن عباس علیہ السلام کے فرامین سے ہو جاتا ہے جس میں خارجیوں کو مہاجرین سے انہوں نے خارج فرمایا۔ جیسا کہ اوپر نقل کر دیا گیا ہے۔

🛠👈 امام ذہبی رحمہ اللہ تعالی عنہ نے اپنی کتاب تجرید اسما صحابہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ میں اپنی کتاب میں جس کا نام qirmiz رنگ سے نقل کروں وہ صحابی نہیں بلکہ بعد والے لوگ ہوں گے

اور پھر امام ذہبی نے اپنی اسی کتاب میں عبد الرحمن ابنِ ملجم کا نام qirmiz رنگ سے نقل فرمایا,

ملاحظہ فرمائیں کتاب تجرید اسما صحابہ۔۔

جن لوگوں کا اس کو صحابہ کرام میں شامل کرنے کا دعویٰ ہے دلائل ان کے ذمہ ہیں ورنہ یہ آدمی تو مولا علی علیہ السلام کا شیعہ تھا جس نے صفین میں مولا کا ساتھ دیا اب زرا نعرا لگالیں۔

شہادت مولا علی علیہ السلام پر اماں عائشہ سلام اللہ علیہا پر ایک الزام کا جواب۔

شیعہ کی طرف سے حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کی وجہ سے جناب صدیقہ کائنات اماں عائشہ سلام اللہ پر یہ الزام لگایا جاتا کہ

"انہوں نے آپ علیہ السلام کی شہادت پر سجدہ شکر ادا کیا"

مقاتل الطالبین۔۔

جواب اول۔

اس روایت میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں جس کی وجہ سے مولا علی علیہ السلام یا ان کی ماں صدیقہ کائنات جناب عائشہ سلام اللہ علیہا پر کوئی اعتراض کیا جاسکے شرح اسکی یہ ہے کہ اس میں صرف اتنا ہے کہ جناب عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کو جب

مولا علی علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے سجدہ کیا اس میں اہل بیت کے دشمنوں نے سجدہ کے ساتھ سجدہ شکر کے الفاظ ابنِ سبا کی ناپاک فیکٹری سے تیار کر کے لائے ہیں۔

جواب دوم۔

اگر پھر حقیقی اہلبیت رسول جن میں اماں عائشہ سلام اللہ علیہا اولین شامل ہیں، کے دشمنوں نے یہ ٹھان لی ہے کہ " یہ سجدہ شکر ہی تھا" تو پھر بھی یہ روایت اہل سنت پر مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر حجت نہیں شرح اس کی یہ ہے کہ

اس میں ایک راوی سلیمان بن اعمش ہے جو ایک مدلس راوی ہے اور یہ متفق علیہ اصول حدیث موجود ہے کہ مدلس کے عن والی روایت ضعیف ہوگی اور قابلِ رد ہوگی اعمش کے بارے میں امام ذہبی

لکھتے ہیں کہ اعمش تدلیس کرتا تھا اور بعض اوقات کسی ضعیف راوی کے حوالے سے تدلیس کر جاتا تھا لیکن اس کا اس کا خود پتا نہیں چلتا تھا تو جب یہ کہے کہ اس نے ہمیں یہ حدیث بیان کی، اس بارے میں کوئی کلام نہیں ہوگا لیکن جب یہ کہے کہ فلاں سے منقول ہے تو اس میں تدریس کا امکان ہے۔ اعمش ضعیف لوگوں سے روایات نقل کرتا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں میزان الاعتدال جلد سوم صفحہ نمبر 315.

مقاتل الطالبین میں زیر بحث روایت عن سے روایت کی گئی ہے اور اس وجہ سے اس کی یہ روایت ضعیف ہونے کے باعث سرے سے حجت ہی نہ رہی۔

👈اس روایت کا ایک راوی جریر نام کا ہے جسکی ولدیت مجہول ہے اس نام کے راویوں کے اسماء الرجال کے مصنفین نے کئی راویوں کا ذکر کیا جن میں اکثر پر جرح ہے، اب نامعلوم جریر بن فلاں۔۔۔۔کون ہے؟

👈 اس میں ایک راوی عاصم بن عامر مجہول الحال، مجہول التوثیق ہے۔

👈اس کتاب کا مصنف ریجکٹڈ ہے امام ذہبی اس کے بارے میں لکھتے ہیں

اس آدمی نے عجیب وغریب روایات نقل کی ہوئی ہیں، یہ مرنے سے پہلے اختلاط کا شکار ہو گیا تھا، امام ذہبی علامہ خطیب بغدادی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ شخص اصفہانی سب سے بڑا جھوٹا شخص تھا ،اس نے بہت سے صحیفے خریدے ہوئے تھے اور ان صحیفوں سے اس کی روایات نقل ہوتی تھیں، اور یہ اس بات میں پرواہ نہیں کرتا تھا کہ ان روایات کو یہ کسی اور کا نام استعمال کرکے بیان کرے یا اپنی طرف سے ہی بیان کردے۔

ملاحظہ فرمائیں میزان الاعتدال جلد پنجم صفحہ نمبر 151,

⚒تنبیہ۔

یہاں یہ بات واضح کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو امام ذہبی کے حوالے سے کہا گیا کہ انہوں نے زیر بحث راوی کے بارے میں صدوق کا قول بھی لکھا ہے۔

اس کے لیے عرض یہ ہے کہ انہوں نے وثوق سے اس کو صدوق نہیں لکھا بلکہ احتمال سے کہا چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ

وظاہر انہ صدوق

اور بظاہر یہ ہی ہے کہ صدوق لگتا تھا اب جتنا یہ رافضی صدوق ہے وہ تو اسکی کتاب پڑھنے والے کو اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے۔

اصول روایت کا مسلمہ قانون ہے کہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہے اور اس راوی پر جرح مفسر موجود ہے اور باوجود اس کے بھی کہ اس کو امامیہ نے بھی اپنا تسلیم کیا ہوا ہے تو ایسے شخص کی زیر بحث روایت کبھی بھی اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتی۔

👈 خود شیعہ اسماء الرجال کے مصنفین نے اس کو شیعہ لکھا ہے اور یہ بات ظاہر ہے ان کے ہاں شیعہ وہی ہے جو انکے تمام عقائد باطلہ سے متفق ہو۔ اصفہانی کے بارے میں شیعہ عالم محسن امین لکھتا ہے کہ

علی بن حسین ابو الفرج اصفہانی تاریخ، سیرت، اور معاصی کے موضوع پر لکھنے والا شیعہ تھا۔

ملاحظہ فرمائیں اعیان الشیعہ جلد اول صفحہ نمبر 153 تا154, سید حسن رافضی کا اقرار کیا کہ مقاتل الطالبیین کی مصنف أبو الفرج الاصفهاني زيدي المذهب کا تھا

📓 طرائف المقال جلد:1 صفحہ:199

شیعہ عالم حلی نے بھی اقرار کیا ہے کہ یہ أبو الفرج الاصفهاني،زيدي المذهب کا تھا

📓خلاصہ الاقوال جلد:1 صفحہ:421

📓ابن داوود حلی بھی یہ لکھتا ہے کہ أبو الفرج الاصفهاني صاحب کتاب الاغاني الكبير لم (ست) زيدي ہے۔

الرجال ابن داوود الحلي جلد:1 صفحہ:314

لہذا اتنی علتوں کے باوجود بھی اس کو اہل بیت عظام کے بغض میں ان مقدس شخصیات کے خلاف پیش کرنا جہالت کے علاوہ کچھ نہیں۔

📝جواب سوم۔

ابنِ سبا کی روحانی اولاد اہل بیت کے اہل بیت (یعنی ام المومنین و مولا) اور اہل بیت کے صحابہ کرام کے آپس میں احترام و محبت کے رشتے کو سپوتاز کرنے میں ایک دفعہ پھر ناکام ہوگئی اس احترام و محبت کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں ورنہ صدیقہ کائنات اماں عائشہ سلام اللہ علیہا اور مولا علی علیہ السلام کے آپس میں ماں بیٹے کے ایسے واقعات پر پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے۔

🇸🇦اماں عائشہ سلام اللہ علیہا کا مولا علی علیہ السلام کے فضائل بیان کرنا ان کا دفاع کرنا🇸🇦

👈ایک دفعہ خوارج مولا علی علیہ السلام پر طعن کر رہے تھے اس کی خبر صدیقہ کائنات اماں عائشہ سلام اللہ علیہا کو ہوئی تو آپ سلام اللہ علیہا نے فرمایا

لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ اصحاب رسول کے لیے استغفار کرو لیکن ان لوگوں نے انہیں برا بھلا کہا۔

ملاحظہ فرمائیں صحیح مسلم رقم حدیث نمبر 3022 .

👈 مولا علی علیہ السلام کی بیعت کے وقت جب لوگوں نے آپ سے یہ مشورہ مانگا تو آپ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ

تم اس معاملے میں علی علیہ السلام کے ساتھ ہو جاؤ۔

ملاحظہ فرمائیں تاریخ طبری جلد سوم۔

👈جب خوارج کا مولا علی علیہ السلام نے قلع قمع کر دیا تو اماں عائشہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا

علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے پہاڑی غاروں کے شیطانوں کو قتل کر دیا ہے۔ انھایہ از علامہ ابن اثیر جلد دوم صفحہ نمبر 216.1

👈 مولا علی علیہ السلام بھی اپنی روحانی ماں پر مکمل اعتماد فرماتے تھے اور ان کا ہمیشہ دفاع کرتے اور آپ علیہ السلام نے یہاں تک فرمایا کہ

اگر کوئی عورت خلیفہ ہوتی تو سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہاہی ہوتیں۔

ملاحظہ فرمائیں المحجہ جلد دوم صفحہ نمبر 402.

جواب چہارم۔

اگر اسی طرح کی خبر واحد، من گھڑت، ضعیف و کزاب مصنفین، مجہول راویوں کی روایات سے استدلال کرنا ہے تو ایسی روایات بھی موجود ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جناب علی علیہ السلام کے جہنمی ہونے کے الفاظ موجود ہیں (العیاذ باللہ) ملاحظہ فرمائیں شرح نہج البلاغہ جلد اول صفحہ نمبر 467.

اور ایسی روایت بھی موجود ہے جس میں جناب علی علیہ السلام کے بارے میں امام الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا کہ علی میرے دین پر نہیں مرے گا ملاحظہ فرمائیں شرح نہج البلاغہ جلد اول صفحہ نمبر 467.

صدیقہ کائنات اماں عائشہ سلام اللہ علیہاکی وفات اور ایک جھوٹ کی نقاب کشائی

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہاکے بے شمار فضائل کے علاوہ ایک یہی بات کافی ہے کہ وہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سمیت اس امت کے تمام مومنین کی ماں ہیں۔ #سیدہ اماں عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہاکے گستاخ کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوتی۔

ملاحظہ فرمائیں شیعہ تفسیر منہج الصادقین جلد ششم صفحہ 268.

سیدنا عمار بن یاسر علیہ السلام کے پاس ایک شخص نے سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا کو برا کہا تو آپ علیہ السلام نے اس شخص کو فرمایا دفع ہو جاے منحوس و مردود ! تم حضور ﷺ کی محبوب ترین زوجہ کی گستاخی کرتے ہو۔

(اسد الغابہ گیارہواں حصہ ص882 مترجم المیزان)

📝 جنگ جمل کے موقع پر بھی مولا علی علیہ السلام کے مذہب کے مطابق ان کے مقام میں کوئی فرق نہیں پڑا۔

👈جیسا کہ مولا علی علیہ السلام نے آپ سلام اللہ علیہا سے کہا

ولها بعد حرمت الاولی

آپ کی حرمت وعزت کا مقام وہی ہے جو اس سے پہلے تھا۔

ملاحظہ فرمائیں نہج البلاغہ۔۔۔

👈 آپ سلام اللہ علیہا کا یہ مقام تھے کہ آپ کو جمل میں اگر کوئی قید کر کے ان کا مال لے لیتا تو اسلام سے خارج ہو جاتا، چنانچہ آپ کے بھیجے گئے جناب عبداللہ بن عباس علیہ السلام نے خوارج کے اعتراض کے جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر جناب عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کو تم قید کرتے اور مال لیتے تو کافر ہو جاتے ملاحظہ فرمائیں شیعہ کتاب مجمع الفضائل مناقب آل ابی طالب جلد اول

📓 صدیقہ کائنات اماں عائشہ سلام اللہ علیہا کی وفات کے حوالے سے مولا علی علیہ السلام کے بھائی جناب معاویہ علیہ السلام پر یہ جھوٹ تھونپ کر یہ کہانی گھڑی گئی کہ انہوں نے اماں عائشہ سلام اللہ علیہا کو دھوکہ سے بلوا کر شہید کروا کر گھڑے میں پھیک دیا۔ نعوذ باللہ

آیئے اس جھوٹے پروپگنڈے کے پیچ ڈھیلے کرتے ہیں۔

🛠👈 اس جھوٹ کی بنیاد کتاب حبیب السیر ہے جو ایک غیر معتبر کتاب ہے اور اس کا مصنف بقول شیعہ عالم آغا بزرگ تہرانی کے منکر اور غلو آمیز باتیں پھیلانے والا شخص تھا۔

ملاحظہ فرمائیں الذریعہ الی تصانیف شیعہ جلد ششم صفحہ 247.

پھر اس کتاب میں بیان سند نہیں ہے۔

اگر بے سند باتوں سے ضعیف روایات سے کسی شخصیت کو الزام دینا ہے تو پھر ہم اصول کافی سے بسم اللہ پڑھتے ہیں ۔

خود شیعہ امامیہ مصادر کی کسی کتاب میں بھی یہ واقعہ کسی معتبر متصل سند سے منقول نہیں۔

🛠👈 اس جھوٹے واقعہ کو خود شیعہ کی معتبر کتب بھی جھٹلا دہی ہیں اور جہاں بھی اماں عائشہ سلام اللہ علیہا کی وفات کا تذکرہ ہے وہاں ایسی کوئی بات ذکر نہیں ہے۔

👈 چنانچہ شیعہ مؤرخ یعقوبی نے لکھاہے کہ

جناب معاویہ کے دور خلافت میں حضرت اماں عائشہ سلام اللہ علیہا کی وفات 58 ہجری میں ہوئی اور ان کی نماز جنازہ جناب ابو ہریرہ نے پڑھائی ملاحظہ فرمائیں تاریخ یعقوبی جلد دوم.

👈 اسی طرح منتخب التواریخ کے شیعہ مصنف میں بھی لکھاہے کہ حضرت عائشہ کی وفات 17 رمضان کو ہوئی اور جناب ابو ہریرہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ملاحظہ فرمائیں منتخب التواریخ باب پنجم فصل یازدہم مطبوعہ ایران۔

🛠👈 اس کے علاوہ معتبر مصادر اہل سنت میں بھی یہی موجود ہے کہ اماں عائشہ سلام اللہ علیہا کی وفات طبعی ہوئی اور ان کی نماز جنازہ جناب سیدنا ابو ہریرہ علیہ السلام نے پڑھائی اور ان کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

اور یہ مصادر بھی سیدنا معاویہ علیہ السلام کے بارے میں اماں عائشہ سلام اللہ علیہا کی وفات کے بارے میں جھوٹے پروپگنڈے کو مزید جھوٹا ثابت کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں

📔 فضائل صحابہ، صحیح بخاری کتاب تفسیر۔

📔 طبقات ابن سعد جلد 8۔

📔 مستدرک امام حاکم جلد چہارم۔

📔 الاستیعاب جلد چہارم، الاصابہ جلد 8۔

امامیہ کی طرف سے اہل سنت کتب کی پیش کردہ حوالاجات سے عقیدہ ارتداد کو سہارا دینے کا تحقیقی جائزہ۔

حصہ اول۔

جب امامیہ کتب سے تمام صحابہ کرام کے اتداد کے کفریہ عقیدہ کے حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں تو امامیہ حضرات اپنے عقیدہ کے دفاع کے لئے اہل سنت کتب کی کچھ روایات کا سہارا لینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

جو حوالے اہل سنت کتب سے یہاں پیش کئے گئے ہیں ان کا صحابہ کرام کے ارتداد سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کو مندرجہ ذیل تحریر سے ہم واضح کرتے ہیں۔

نمبر.1.

سب سے پہلے صحابی کی تعریف ملاحظہ ہو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

وھو من لقی النبی مؤمن بہ ومات علی الاسلام۔

صحابی وہ ہے جس کی بحالت ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور وہ اسلام پر فوت ہوا۔

ملاحظہ ہو نزھۃالنظر.58,54.

اسی طرح امامیہ مذہب کے مجدد اور مناظر قاضی نور اللہ شوستری بھی علامہ عسقلانی کی تعریف کی تائید کرتے ہوئے رقم طراز ہے کہ

صحابی کی تعریف کے متعلق اظہر قول یہ ہے کہ

صحابی وہ ہوتا ہے جس نے حالت ایمان میں پیغمبر اکرم سے ملاقات کی ہو اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو۔

ملاحظہ ہو امامیہ مزہب کی معتبر کتاب مجالس المومنین جلد اول صفحہ نمبر۔267.

معترض نے اہل سنت کتب سے سے جو حوالہ جات پیش کیے ہیں اس میں یہ نہیں کہ صحابہ ارتداد کا شکار ہوئے۔ اور جن عرب کے بارے میں بات ہو رہی ہے وہ صحابی کی تعریف اور اس زمرے میں شامل ہی نہیں تو اس وجہ سے ان حوالہ جات کو امامیہ اپنے عقیدہ ارتداد صحابہ میں پیش ہی نہیں کر سکتے ہیں۔

نمبر2.

اہلسنت کتب میں جن لوگوں کی بات ہو رہی ہے وہ عام دیہاتی نو مسلم اعراب و عرب وغیرہ تھے اور وہ صحابہ کرام کے زمرہ میں شامل نہیں چنانچہ حضرت انس بن مالک علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں آپ کے سوا کوئی باقی رہ گیا تو آپ نے فرمایا دیہاتیوں اعراب میں سے لوگ ہیں جنہوں نے آپ کو دیکھا ہے مگر وہ ایسے لوگ نہیں جنہیں شرف صحابیت حاصل ہو۔ اسناد جید۔

ملاحظہ ہو مقدمہ ابن الاصلاح۔ ح294, اختصار علوم الحدیث صفحہ 171۔

پس حضرت انس بن مالک علیہ السلام صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید وضاحت فرما دی اور اسی قسم کے لوگ جن کے بارے میں اماں عائشہ سلام اللہ علیہا یا جناب قتادہ فرما رہے تھے، جو صحابہ کرام میں شامل ہی نہیں تھے۔

نمبر3 .

جو لوگ مرتد ہوئے ان میں سے کئی عبد اللہ بن ابی کے گروپ کے لوگ تھے اور ان پر صرف لغوی طور پر لفظ صحابی کا اطلاق کیا گیا جیسے بخاری اور مسلم میں حدیث حوض میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اور امامیہ اپنی جہالت کی وجہ سے اس حدیث کو بھی صحابہ کرام کے ارتداد کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ جبکہ امام اول خلیفۃ المسلمین خلیفہ بلا فصل ابو بکر صدیق علیہ السلام نے اس کی وضاحت خود رسول اللہ ہی سے اسی وقت پوچھ لی تھی اور آپ نے فرمایا آپ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ تمہارے بعد ایک قوم ہو گی۔

ملاحظہ ہو مستدرک امام حاکم جلد اول کتاب الایمان۔

امامیہ حضرات سے ہمارا جھگڑا اصطلاحی شرعی طور پر عقیدہ صحابیت سے ہے۔لغوی طور پر منافقین،اعرابیوں وغیرہ پر صحابی کا لفظ کہیں بولا گیا تو وہ ہمارے خلاف نہیں۔

ملاحظہ ہو جامع ترمذی جلد دوم ابواب تفسیر رقم 1241.

اور خود رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے اپنی ساتھیوں کے بارے میں اور صحابہ کرام کے بارے میں وضاحت کی تھی۔چنانچہ جب اس کے پاس اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص آکر صحابہ کرام کی شکایت لگاتا ہے تو جواب میں عبداللہ بن ابی اپنے ساتھیوں کو یہ کہتا ہے کہ 👇

لاتنفقو علی من عندرسول اللہ۔

ترجمہ۔رسول اللہ کے ساتھیوں (یعنی صحابہ کرام) پر مت خرچ کرو۔

ملاحظہ ہو جامع ترمذی جلد دوم ابواب التفسیر صفحہ 534۔

🗒 امامیہ کی طرف سے اہل سنت کتب کی پیش کردہ حوالاجات سے عقیدہ ارتداد کو سہارا دینے کا تحقیقی جائزہ۔

حصہ دوم۔

معترض امامی نے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالی کی کتاب البدایہ والنہایہ سے اپنے باطل مدعا پر استدلال کرتے ہوئے دھوکا دینے کی ناکام کوشش کی جیسا کے سکین میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس نے کتاب کا ٹائٹل پیج بھی صفحے کے اوپر لگا دیا تاکہ مکمل صورتحال قارئین کو نظر نہ آئے امام ابن کثیر نے امام المسلمین خلیفہ بلافصل حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام کے دور کے جو حالات رقم کیے وہ آپ اسی صفحہ میں پڑھ سکتے ہیں۔میں اصل کتاب کا سکین بھی لگا دوں گا۔اس میں واضح طور پر تفصیل موجود ہے کہ امیر المومنین خلیفہ بلافصل حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام نے ان مرتدین کے خلاف جہاد کیا۔جن کے بارے میں اماں عائشہ سلام اللہ علیہا فرما رہی تھیں۔اور جناب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق

علیہ السلام کے ساتھ سارے صحابہ کرام تھے۔اور یہ حوالہ امامیہ کے کسی کام کا نہیں الٹاان کے باطل مدعا کورد کررہاہے اور ہمیں اس حوالے کا کوئی نقصان نہیں۔

نمبر۔1 .

اسی صفحے پر اماں عائشہ سلام اللہ علیہانے عرب کے ساتھ مرتد کالفظ علیحدہ استعمال کیاہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کاذکر علیحدہ کیاہے۔

نمبر۔2.

اسی صفحہ پر موجود ہے کہ حضرت ابو ہریرہ علیہ السلام نے فرمایاکہ اگر ابو بکر خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی۔البدایہ والنھایہ۔

نمبر۔3.

تیسری بات البدایہ والنھایہ کے اسی صفحہ پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خلیفۃ المسلمین حضرت ابو بکر علیہ السلام کے پاس آئے اور مرتدین کے خلاف جھاد کے بارے میں پوری مشاورت ہوئی۔

صحابہ کرام کے خلاف جتنے لوگ بھی حوالے پیش کرتے ہیں زیادہ تران کارد انہیں کی اندر ہوتاہے۔

نمبر۔4۔ صحیح بخاری کے اندر ہے جناب ابن عقبہ فرماتے ہیں مرتدین وہ لوگ تھے جن سے حضرت ابو بکر صدیق کے عہد میں جنگ کی گئی۔ملاحظہ ہو صحیح بخاری جلد دوم کتاب الانبیاء صفحہ 339

نمبر۔5.

معترض نے امام احمد بن حنبل کی کتاب فضائل صحابہ سے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ کا قول پیش کیا ہے جبکہ حضرت قتادہ خود سورہ مائدہ آیت نمبر 54 کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق اور دوسرے اصحاب رسول کے بارے میں نازل ہوئی ہے

ملاحظہ ہو الصواعق محرقہ۔فصل سوم صفحہ 66۔

پس ثابت ہوا کہ حضرت قتادہ کے نزدیک بھی مرتدین اور تھے اور اصحاب رسول حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام کے ساتھی اور تھے۔

مذہب امامیہ کے معتبر مفسر اپنی تفسیر منہج الصادقین میں سورہ مائدہ کی آیت نمبر 54 کے تحت لکھتے ہیں ابو بکر کے دور میں سات قبیلے مرتد ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں ان کے ساتھ قتال کیا گیا۔ اللہ تعالی نے ان مرتدین کے شر کو دور فرمایا۔

پھر لکھتے ہیں مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت ابو بکر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوی جنہوں نے مرتدین کے خلاف جنگ کی۔

ملاحظہ ہو امامیہ مذہب کی معتبر تفسیر منہج الصادقین۔

امامیہ کی طرف سے اہل سنت کتب کے پیش کردہ حوالہ جات سے عقیدہ ارتداد کو سہارا دینے کا تحقیقی جائزہ۔

حصہ سوم۔

مذہب حقہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ، اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین دونوں ہمارے ایمان اور اسلام کا حصہ ہیں ہمارا ایمان اور اسلام ان مقدس شخصیات کے مرہون منت ہے اگر ان کو درمیان سے نکال دو تو اللہ تعالیٰ، قران مجید اور نبوت تک پہنچنے کا رستہ کٹ جاتا ہے۔ اگر یہ شخصیات مومن و مسلمان نہیں تو دنیا میں کوئی بھی مومن مسلمان نہیں۔

ان مقدس شخصیات کے ایمان اور اسلام پر حملے کرنے والا خود اسلام اور ایمان کی دولت سے محروم ہے۔

اب آتے ہیں ان مقدس شخصیات کے بارے میں مذہب امامیہ کے کفریہ عقیدہ کی طرف جن کے نزدیک سوائے چند کے کوئی بھی ارتداد سے نہ بچ سکا۔

جن امامیہ مذہب کی معتبر کتب وروایات میں ارتداد سے محفوظ رہنے والوں کے نام موجود ہیں ان میں باقی صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل مقدس شخصیات کے نام بھی موجود نہیں ہیں، ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی قرآنی وحدیثی اہل بیت صدیقہ کائنات اماں عائشہ سلام اللہ علیہا شامل جملہ ازواجِ مطہرات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہیں۔

حضرت مولا علی علیہ السلام کے برادر عزیز جناب عقیل علیہ السلام ابن ابی طالب ،جناب عباس علیہ السلام،انکے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباس علیہ السلام، نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحب زادی صدیقہ طاہرہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا۔ جناب حسن وحسین علیہم السلام۔

جناب حسنین کریمین علیہا السلام کے نام بھی ارتداد سے محفوظ رہنے والوں میں مجھے نہیں ملے، کسی روایت میں ہوئے بھی توان دونوں مقدس شخصیات میں سے ایک کانام ہو گا۔

اب امامیہ کتب کی کفریہ روایات ملاحظہ فرمائیں۔

1۔اصول کافی میں موجود ہے کہ عمران بن اعین نے ابو جعفر سے پوچھا ہم کتنے تھوڑے (یعنی شیعہ) ہیں ابو جعفر نے جواب دیا کہ میں تمیں اس سے بھی عجیب بات نہ بتاؤں وہ بات یہ ہے کہ مہاجرین اور انصار میں تین کے علاوہ سب مرتد ہو گئے۔ ملاحظہ ہو مزہب امامیہ کی معتبر کتاب اصول کافی

۔

2۔ رجا کشی میں ہے کہا ابو جعفر نے کہا رسول اللہ کے بعد تین کے سوا سب لوگ مرتد ہو گئے تھے۔راوی نے پوچھا وہ تین کون ہیں جو مرتد ہونے سے محفوظ رہے جواب ملا۔ 1. مقداد۔2. ابوزر غفاری۔3. سلمان فارسی۔

ملاحظہ ہو امامیہ مذہب کی معتبر کتب۔ رجال کشی،اصول کافی جلد سوم کتاب الروضہ مع شرح مازندرانی جلد12 صفحہ، 322,321۔

نوٹ۔

ان صحابہ میں سے بھی حضرت سلمان علیہ السلام اور حضرت مقداد علیہ السلام بھی باطنی کفر سے محفوظ نہ رہ سکے

رجال کشی میں ہے کہ اے سلمان تیرا علم اگر مقداد پر پیش کیا جائے تو وہ کافر ہو جائے اور اے مقداد اگر تیرا علم سلمان پر پیش کیا جائے تو سلمان کافر ہو جائے۔

ملاحظہ ہو رجال کشی۔

اب رہ گئے بے چارے حضرت ابوذر غفاری علیہ السلام تو ان کے بارے میں بھی اسی کتاب میں موجود ہے کہ اگر ابوذر کو علم ہو جائے کہ سلمان کے دل میں کیا ہے تو ابوزر سلمان کو قتل کر دے۔

اس کے علاوہ امامیہ کتب میں سے مرتد ہونے والی روایات مندرجہ ذیل کتب میں بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

کتاب سلیم بن قیس صفحہ 74,75، تفسیر عیاشی جلد اول صفحہ 199, تفسیر برہان جلد اول صفحہ 319, تفسیر صافی جلد اول 389, تفسیر نور الثقلین جلد اول صفحہ 396, الاختصاص شیخ مفید صفحہ 4,5, بحار الانوار جلد 22 صفحہ 440,352,345, السرائر صفحہ 468.

تنبیہ۔

امامیہ مذہب کے ہاں عقیدہ ارتد والی روایات متواترات کے حکم میں ہیں چنانچہ امامیہ مذہب کے اسماء الرجال کے مامقانی تنقیح المقال میں رقم طراز ہیں کہ۔

علی ان اخباناقد تواترات بانہ ارتدبعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمیع الناس بنقص البعتہ الثلاثہ۔۔۔

ہم شیعوں کی روایات اس پر متواتر ہیں کہ حضور علیہ السلام کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے تین یا چار یا پانچ کے سوا باقی سب مرتد ہو گئے۔

ملاحظہ ہو تنقیح المقال جلد دوم صفحہ 216۔

3۔ اب جو کسر رہ گئی وہ واقعہ کربلا نے نکال دی آپ نے سنا ہو گا کہ

اسلام زندہ ہوتا ہے
ہر کربلا کے بعد۔
لیکن مذہب امامیہ کی کتب کے مطابق تو اسلام والے ہی محفوظ نہیں رہے اسلام کہاں سے محفوظ رہے گا
ملاحظہ ہو اصول کافی میں موجود ہے کہ
قتل حسین علیہ السلام کے بعد ابو خالد کابلی، یحیٰی ام الطویل، جبیر بن مطعم کے علاوہ سب لوگ مرتد ہو گئے۔
رجال کشی، اصول کافی۔
⚒ کفر کی مشین اہل سنت کی طرف سے نہیں بلکہ مزہب امامیہ کی طرف سے صدیوں پہلے سٹارٹ ہوگئی تھی۔
جواب میں اگر کسی مذہب کی طرف سے کچھ ہوا تو وہ عمل نہیں بلکہ رد عمل ہے۔

حدیث عشرہ مبشرہ پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

قارئین کرام۔اس مقالہ میں مشہور حدیث مبارکہ عشرہ مبشرہ پر جو اعتراضات شیعہ امامیہ نے کئے ہیں ان کے تحقیقی اور الزامی جوابات دیئے جائیں گے ۔

حصہ اول

حدیث عشرہ مبشرہ پر پہلا اعتراض یہ کیا گیا کہ چونکہ اس میں شامل حضرت سعد بن ابی وقاص علیہ السلام کو اس کا علم نہیں تھا اس لیے حدیث غلط ہے۔

جواب۔

1۔جب کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رسول اللہ ﷺ سے اپنے سننے کی حضرت عبد اللہ بن سلام کے جنتی ہونے کے علاوہ نفی فرمارہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت عبد اللہ بن سلام کے علاوہ جنتی ہونے کے بارے میں کسی اور کا نہیں سنا۔

اس کا یہ کیسے مطلب ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے بھی عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی خوشخبری نہیں سنی۔کسی ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ایک بات کا علم ہونا اور دوسرے کو نہ ہونا پہلے والے کے علم کی نفی نہیں ہوتی۔

2۔ اگر حضرت سعد بن ابی وقاص علیہ السلام یہ فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی صحابی کے جنتی ہونے کی بشارت نہیں دی سوائے حضرت عبد اللہ بن سلام کے پھر معترض کا اعتراض ٹھیک تھا۔مثال کے طور پر حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عمر علیہ السلام فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا

"حسن اور حسین میرے دنیا کے پھول ہیں"

جامع ترمذی جلد دوم ابواب المناقب۔

اب اگر حضرت حسن علیہ السلام اور حضرت حسین علیہ السلام یہ کہہ دیں کہ یہ فرمان ہم نے نہیں سنا اور حضرت عبد اللہ بن عمر علیہ السلام کہ دیں میں نے سنا۔ نہ تو اس سے حضرت عبد اللہ بن عمر علیہ السلام کی طرف سے رسول اللہ کی زبان مبارک سے اس حدیث کی سماعت کی نفی ہو سکتی، اور نہ حضرات حسنین کریمین علیہما السلام کی بات غلط ہے۔

دونوں باتیں اپنی جگہ پر حق ہیں۔ صرف سوچ کا اینگل درست ہونا چاہیے ورنہ امامیہ مزہب کے مصادر سے ہر درست روایت کو غلط رنگ دے کر بات کا بتنگڑ بنایا جا سکتا ہے۔ بشر طیکہ درست روایات ہوں۔

3۔ بنیادی طور پر یہ حدیث عشرہ مبشرہ حضرت سعد بن ابی وقاص علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی جن کی روایت کا معترض غلط مطلب بیان کر رہا ہے۔

بلکہ یہ حدیث حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت سعید بن زید علیہما السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے فرمایا

ابو بکر جنت میں، عمر جنت میں، عثمان جنت میں، علی جنت میں، طلحہ جنت میں، زبیر جنت میں، عبد الرحمن بن عوف جنت میں، سعد بن ابی وقاص جنت میں، سعید بن زید جنت میں اور ابو عبیدہ بن الجراح جنت میں جائیں گے۔

📚 جامع ترمذی جلد دوم باب المناقب۔

"حدیث عشرہ مبشرہ پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ حصہ دوم۔

تاریخ طبری کے حوالے سے حدیث عشرہ مبشرہ پر یہ اعتراض کیا گیا کہ اس حدیث میں شامل جنتی صحابہ کرام کو حضرت عمر فاروق علیہ السلام نے مسئلہ خلافت کے خلاف کرنے کی وجہ سے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

جبکہ یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے اس کا ایک راوی لوط بن یحیی ابی مخنف ہے جو پرلے درجے کا جھوٹا کذاب اور ضعیف راوی تھا، جمہور محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اس روایت کا دوسرا راوی محمد بن عبد اللہ انصاری ہے جس کو امام عقیلی نے منکر الحدیث کہا ہے، امام ابن حبان نے منکر حدیث کہا ہے اور امام ابن طاہر نے جھوٹا کہا ہے۔

اس روایت کا تیسرا راوی جناب اعمش ہیں جو تدلیس کی وجہ سے مشہور ہیں اگر وہ سماع کی تصریح راوی سے نہ کریں تو ان کی روایت حجت نہیں ہوتی اور یہاں سماع کی تصریح نہیں ہے بلکہ ابراہیم سے جناب اعمش سماع کی تصریح کے بغیر روایت کرتے ہیں۔

ان علتوں کی وجہ سے معترض کی یہ طبری کی روایت حجت نہیں۔ ملاحظہ ہو

میزان الاعتدال جلد پنجم صفحہ 508, میزان الاعتدال ترجمہ محمد بن عبد اللہ انصاری, تاریخ طبری جلد دوم صفحہ 687.

"حدیث عشرہ مبشرہ پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

حصہ سوم

اس حدیث مبارکہ میں شامل حضرت حضرت طلحہ علیہ السلام اور حضرت زبیر علیہ السلام پر معترض نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ دونوں حضرت عثمان علیہ السلام کی شہادت میں شریک تھے اور جو حوالہ جات پیش کیے گئے ان میں سے کسی میں بھی یہ نہیں کہ ان دو شخصیات نے حضرت عثمان علیہ السلام کو شہید کیا تفصیل اس کی درج ذیل ہے۔

نمبر۔ 1. تاریخ طبری کے اندر جو روایت ہے اس میں بھی قتل کا ذکر نہیں اور باقی راویوں پر بحث کے علاوہ بھی محمد بن عمر واقدی بھی اس روایت میں موجود ہے اور اس کی روایت پیش ہی نہیں کی جا سکتی محدثین نے اس پر سخت جرح نقل کی ہے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ کذاب ہے امام ابن معین فرماتے ہیں یہ ثقہ نہیں ہے، امام بخاری کہتے ہیں یہ متروک ہے

امام ابو حاتم کہتے ہیں یہ روایت گھڑتا تھا، امام دار قطنی فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے۔

ملاحظہ ہو میزان الاعتدال جلد 7 ص 273 میم۔

کامل ابن اثیر میں علیحدہ سند نہیں وہ بھی تاریخ طبری کا ہی چربہ ہے۔اس لئے اس کا جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں۔

نمبر.2 .الاستیعاب جلد دوم کی جو روایت پیش کی گئی ہے اس میں جناب امام عبدالرحمن بن مہدی ہیں جن سے علامہ ابن عبدالبر نقل کرتے ہیں جبکہ امام عبدالرحمن بن مہدی سے علامہ ابن عبدالبر کی ملاقات ہی ثابت نہیں اس لیے یہ روایت ہی منقطع ہے۔امام امام عبدالرحمان 198 میں وفات پا گئے تھے اور علامہ ابن عبدالبر ان کے سو سال سے زائد عرصہ بعد پیدا ہوئے۔

ملاحظہ ہو الاستیعاب جلد اول مقدمہ۔

دوسری بات یہ ہے کہ علامہ ابن عبدالبر نے خود لکھا ہے کہ مروان کا یہ وہم تھا کہ حضرت طلحہ علیہ السلام امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان علیہ السلام کی شہادت میں ملوث ہیں۔چنانچہ علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں ۔

فیما زعموا۔۔۔یہ مروان کا وہم ہے۔ملاحظہ ہو الاستیعاب جلد دوم صفحہ 318.

تیسری بات یہ ہے کہ مروان والی روایت میں یہ ساری گفتگو علامہ ابن عبدالبر نے ویقال۔۔۔سے شروع کی۔۔اس کا مطلب ہے **کہا گیا** ہے کیا پتا کس نے کہا، کون تھا، کیسا آدمی تھا، ثقہ تھا، جھوٹا تھا۔اس علت کی وجہ سے بھی یہ روایت نہیں پیش کی جاسکتی۔

چوتھی بات یہ ہے کہ حضرت طلحہ علیہ السلام نے اپنے آپ کو ہرگز یہ نہیں کہا کہ میں نے حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان علیہ السلام کو شہید کیا بلکہ آپ نے ندامت کا اظہار اس وجہ سے کیا کہ آپ ان کی مدد نہ کرسکے اس لیے آپ نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ آپ ان کا بدلہ مجھ سے لے کر راضی ہو جائیں۔اور یہ روایت ہے ہی منقطع جس کی تفصیل بتادی گئی ہے۔

نمبر.3. طبقات ابن سعد کی جو روایت معترض نے پیش کی ہے وہ بھی قابل حجت نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ

اول۔ اس میں ایک راوی عوف ہے اس کے بارے میں میزان الاعتدال میں موجود ہے کہ یہ قدری، رافضی شیطان تھا۔ اور ایسا راوی اگر ثقہ بھی ثابت ہو جائے تو بھی اس کی وہ روایت جو اس کے مذہب اور نظریہ کی تائید کرتی ہو وہ رد کر دی جائے گی۔

دوم۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں۔۔ بلغنيي ان مروان۔۔ کے الفاظ عوف کہتا ہے کہ مجھے مروان بن الحکم کی طرف سے یہ بات پہنچی ہے۔۔ اگر یہ بات پہنچانے والا کون ہے، ہے اس کا علم روایت کے اندر نہیں۔ پس اس لحاظ سے ایک راوی کے مجہول ہونے کی وجہ سے بھی حجت نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ 119۔

سوم۔ عوف کی مروان بن الحکم سے ملاقات بھی ثابت نہیں۔

نمبر.4. امامت و سیاست۔ اس کتاب کا بھی حوالا معترض نے دیا ہے یہ جس مصنف کی طرف منسوب ہے اس کی یہ کتاب ثابت ہی نہیں۔

اس کے علاوہ اس کی روایت کی سند بھی ثابت نہیں۔

تیسرا یہ کہ خود امامت و سیاست کے مصنف کے بارے میں (بشرطیکہ وہ اس کتاب کا مصنف ثابت بھی ہو) امام حاکم فرماتے ہیں کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ابن قتیبہ کذاب ہے۔

ملاحظہ ہو میزان الاعتدال جلد

نمبر.5. ممکن ہے تاریخ میں ڈھونڈنے سے ایسے حوالے مل جائیں گے جن میں امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان علیہ السلام کے قاتلین میں حضرت مولا علی علیہ السلام کا نام بھی صحابہ کرام کے علاوہ لوگوں نے لیا کیونکہ کہ ہر شخص کو مکمل حالات کا پتہ نہیں تھا قاتلین امیر المومنین سیدنا عثمان علیہ السلام ،لشکر مولا علی علیہ السلام میں چلے گئے اور دوسرا قرینہ عام لوگوں کے پاس یہ تھا کہ جناب مولا علی علیہ السلام فورا خلیفہ بھی بن گئے شک تو جاتا تھا۔

لیکن یہ ثابت نہیں کہ مولا علی علیہ السلام نے یہ کام کیا بلکہ آپ علیہ السلام نے اس فعل سے براءت کا اعلان بھی فرمایا تھا۔

اس لئے ہم اہل سنت والجماعت مولا علی علیہ السلام سمیت تمام صحابہ کرام میں سے کسی پر بھی خلیفتہ المومنین مظلوم مدینہ سیدنا عثمان بن عفان علیہ السلام کی شہادت کا الزام نہیں لگاتے

کسی کے بارے میں جرم ثابت ہونا اور ہے اور ایسا مشہور ہونا اور ہے

مثال کے طور پر حضرت موسی علیہ السلام جب کوہ طور سے واپس آئے تو سارا غصہ قوم کے بگڑنے کا حضرت ہارون علیہ السلام پر اتارا لیکن ان کا کوئی قصور نہیں تھا یہ حالات دیکھ کر انہوں نے ایسا کیا۔

"حدیث عشرہ مبشرہ پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

حصہ چہارم۔

نمبر.1 حضرت علی علیہ السلام کا قتل امیر المومنین کا الزام لگانے کے لیے معترض نے نہج البلاغہ کا حوالہ دیا تھا پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کتاب ہمارے نزدیک غیر معتبر ہے دوسری بات یہ ہے کہ نہج البلاغہ کے اندر اس روایت کی سند ہی موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے اس کو نہ تحقیقی جواب کے زمرے میں پیش کیا جاسکتا ہے نہ الزامی۔

نمبر.2۔

اول۔

خود مولا علی علیہ السلام نے حضرت طلحہ وزبیر علیہم السلام کے لیے جنت کی خوشخبری امام الانبیاء خاتم المعصومین حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی چنانچہ آپ۔رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ

طلحہ وزبیر جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے۔

ملاحظہ ہو جامع ترمذی جلد دوم ابواب المناقب صفحہ 719.

دوم۔

خود امامیہ کتاب میں موجود ہے کہ حضرت مولا علی علیہ السلام کو جب حضرت علی علیہ السلام کے شہادت کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالی نے یہ چاہا کی طلحہ میری بیعت کے بغیر ہی جنت میں چلا جائے۔

ملاحظہ ہو روزہ تو صفحہ جلد دوم صفحہ 487.

سوم۔

اسی طرح جب مولا علی علیہ السلام کے سامنے حضرت زبیر علیہ السلام کے قاتل آپ علیہ السلام آیا تو اس کو آپ نے فرمایا۔

بشر وہ بالنار۔

ترجمہ۔اسے جہنم کی بشارت دے دو۔

ملاحظہ ہو المستدرک جلد سوم رقم .5578., مسند ابی داود الطیالسی جلد اول صفحہ 137 رقم 158, مسند احمد جلد دوم صفحہ 185۔

اس کے علاوہ یہ روایت شیعہ کتب میں بھی موجود ہے ملاحظہ ہو اخبار الطوال صفحہ 49. مروج الذھب صفحہ 364 روضتہ الصفا جلد دوم صفحہ 487.

چہارم۔

اور اسی طرح مولا علی علیہ السلام نے حضرت عثمان علیہ السلام کی شہادت کے بعد قرآن مجید کی سورہ حجر کی آیت نمبر 47 سے استدلال کر کے جنتی تسلیم کیا چنانچہ آپ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرمایا کہ میں اور طلحہ انہی لوگوں میں سے ہوں گے یہ سن کر پاس بیٹھے دو سبائیوں نے مولا علی پر اعتراض کیا کہ خود ان کو قتل بھی کرتے ہو اور ان کو جنتی بھی کہہ کر بھائی بھی مانتے ہو۔؟

اس پر مولا علی علیہ السلام کو غصہ آگیا اور آپ نے اتنی آواز سے فرمایا کہ پورا محل گونج گیا آپ نے فرمایا، جاؤ اس زمین سے دور ہو جاؤ اگر اس آیت کے تحت جنت میں جانے والوں میں، میں اور طلحہ نہیں تو بتاؤ اور کون ہے؟

ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد جلد سوم 119,120

پنجم۔

اگر اسی طرح آپ تاریخی کتب سے قاتل تلاش کرنے ہی ہیں تو لیجئے شوق پورا کیجئے یہ لیں یہ سارے قاتل مولا علی علیہ السلام کے لشکر میں تھے۔

جب ان لوگوں نے صدیقہ کائنات مولا علی علیہ السلام کی روحانی ماں جناب اماں عائشہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ صلح دیکھی اور مولا علی علیہ السلام نے اپنے لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا

جن لوگوں نے حضرت عثمان علیہ السلام کی قتل میں کسی قسم کی بھی مدد کی وہ میرے ساتھ نہ آئے۔ مولا علی علیہ السلام کا یہ فرمانا تھا کہ ان کے لشکر میں شامل ان باغیوں نے سر جوڑ لیے جنہوں نے امیر المؤمنین کو شہید کیا تھا اور ان میں جو سب سے بڑے سرغنہ ماسٹر مائنڈ باغی تھے ان میں عبداللہ بن سبا، اشتر، شریح بن اوفی، سالم بن ثعلبہ تھے۔

اور کہنے لگے کہ ہمیں طلحہ اور زبیر کی رائے تو پہلے سے معلوم تھی تھی آیئے آج سے پہلے ہم نہیں جانتے تھے اگر ان دونوں کی صلح کر لی تو یہ ہمارے خون پر صلح ہو گی۔

عبداللہ بن سباء نے یہ بھی کہا کہ ہم پچیس سو ہیں اور طلحہ اور زبیر اور ان کے ساتھی 5000 ہیں۔

ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ جلد سوم صفحہ 1484.

ثابت ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام کے مطابق قاتل ان کے اپنے لشکر میں تھے اور عبداللہ بن سبا اور ان کے ساتھیوں کے بیانات سے بھی پتہ چلا کہ قاتل وہ خود ہی تھے اور جناب طلحہ اور زبیر علیہم السلام تو مسلم بین الفریقین صدیقہ کائنات سلام اللہ علیہا کے لشکر میں تھے۔

نمبر.3. معترض نے حدیث عشرہ مبشرہ پر یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ حضرت عثمان علیہ السلام کو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی تو جب آپ کے گھر کا محاصرہ ہوا تو آپ نے بلوائیوں، باغیوں کو یہ حدیث کیوں نہ سنائی۔

جواب۔ کسی جگہ کسی حدیث کا نہ بیان کرنا اس کی عدم ثبوت پر دلالت نہیں کرتا۔

جیسے سیدنا امام حسین علیہ السلام کو جب شہید کیا گیا اس وقت آپ نے اپنے جنتی ہونے کی احادیث مبارکہ اپنے قاتلین کو نہیں سنائیں اس کے علاوہ امامیہ حضرات کے بارہ اماموں میں سے جن کو شہید کیا گیا انہوں نے بھی آپنے قاتلین کو ایسی کوئی دلیل نہیں دی جن سے ان کا جنتی ہونا ثابت ہوتا تھا۔

"حدیث عشرہ مبشرہ پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

حصہ پنجم۔

نمبر.1۔ معترض نے یہ بھی کہا ہے کے امام اول خلیفہ بلا فصل امیر المومنین جناب ابو بکر صدیق علیہ السلام نے سقیفہ میں اپنے جنتی ہونے کی حدیث پیش کیوں نہ کیا اس کا جواب ایک تو اوپر والے حصہ چہارم میں دے دیا گیا ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ جب خلیفہ بلا فصل کے ہاتھ پر سب لوگوں نے بیعت کر لی تو اس حدیث کے پیش کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔

نمبر.2۔ معترض نے حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام اور حضرت عمر فاروق علیہ السلام کے بارے میں یہ لکھا کہ اگر ان کو جنت کی بشارت دی گئی تھی تو وہ آخرت کے حساب کتاب سے کیوں ڈرتے تھے اس کا جواب تفصیل ملاحظہ ہو۔

اول

اللہ تعالی کے سامنے عاجزی اختیار کرنا اور خشوع کا اظہار کرنا، اور اللہ کے سامنے پیش ہونے کے بارے میں فکر کرنا کوئی عیب کی بات نہیں اور اس سے اللہ تعالی اور اس کے رسول کی طرف سے ملنے والی فضیلتوں کی نفی نہیں ہوتی۔

خود امامیہ مذہب کے معتبر عالم محمد شریف مرتضی علم الہدی نے انبیاء کرام کے بارے میں قرآن مجید میں ایسے الفاظ آئے ہیں جو بظاہر ان کی عصمت کی نفی کرتے ہیں انکی تاویل جناب نے اپنی کتاب میں کی اور اس کتاب کے مترجمین اور حاشیہ نگار نے بھی جناب آدم علیہ السلام کا اللہ سے مغفرت طلب کرنے والی آیات کی تاویل میں لکھا کہ

حضرت آدم کا ادنی لغزش سے طلب مغفرت کرنا بغرض اظہار عبدیت و خشوع و خضوع تھا۔

ملاحظہ کتاب تنزیہ الانبیاء والآئمہ صفحہ 36

دوم۔

جب حضرت فاروق اعظم علیہ السلام کا جنازہ رکھا گیا تو مولا علی علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا کہ اس جیسے اعمال کے ساتھ اللہ سے ملنے کی آرزو کروں اور اللہ کی قسم مجھے پہلے ہی سے یہ خیال تھا کہ آپ کو اللہ تعالی آپ کے صاحبین (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام) کے ساتھ کر دے گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں گیا اور ابو بکر و عمر گئے میں داخل ہوا اور ابو بکر اور عمر داخل ہوئے اور ابو بکر اور عمر نکلے۔

ملاحظہ ہو صحیح بخاری جلد دوم کتاب المناقب ،مسند احمد جلد اول مسانید علی ابن ابی طالب جلد اول امستدرک حاکم جلد سوم۔

اس کے علاوہ اعمال فاروق علیہ السلام والی روایت امامیہ کی کتب میں بھی موجود ہے۔

ملاحظہ ہو معانی الاخبار صفحہ۔117,باب 245., کتاب الشافی صفحہ 171، تلخیص شافی صفحہ۔428 میں بھی موجود ہے۔

نوٹ۔اس روایت میں مولا علی علیہ السلام نے آرزو کی تھی میں حضرت فاروق اعظم علیہ السلام والے اعمال لے کر قیامت کے دن اللہ کے سامنے پیش ہوں۔جس ہستی کے اعمال حاصل کرنے کی آرزو مولا علی علیہ السلام کریں وہ جنتی نہیں ہے تو دنیامیں جنتی اور کون ہو سکتا ہے۔

اور دوسرا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام کو بھی آپ جنتی مانتے تھے اسی وجہ سے آپ نے ان کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرمایا۔آپ کے الفاظ **ساتھ کر دے گا** کا یہی مطلب ہے۔

سوم۔

امام الانبیاء علیہ السلام کنفرم جنتی ہیں اس کے باوجود آپ فرماتے ہیں مجھے کیسے خوشی آئے حالانکہ صور والے فرشتے نے صور لیا اور وہ کان لگائے اس انتظار میں ہیں کہ کب اسے پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔ملاحظہ ہو۔

جامع ترمذی جلد دوم ابواب صفۃ القیامۃ صفحہ 139 رئیس

چہارم۔

دنیامیں اللہ کے خوف سے رونا کوئی عیب نہیں بلکہ یہ فضیلت کا باعث ہے مذہب امامیہ کی معتبر کتاب خصال میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین آدمیوں کے علاوہ ہر شخص روتا ہو گا ایک وہ جو دنیامیں اللہ کے خوف سے رویا ہو۔ملاحظہ ہو کتاب الخصال جلد اول صفحہ 185

پنجم۔

حضرت مولا علی علیہ السلام نے وقت شہادت حضرت امام حسن علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا یا حسن میں تمہیں اس طرح وصیت کرتا ہوں جس طرح مجھے رسول خدا نے وصیت کی ہے اے فرزند جب میں دنیا سے مفارقت کروں اور میرے اصحاب تم سے موافق نہ رہیں اس وقت اپنے گناہوں پر رونا

اور دنیا کو مقصور بزرگ نہ قرار دینا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ خداوند جبار سے پنہاں و آشکار خائف رہنا۔

ملاحظہ ہو امامیہ مزہب کی کتاب جلاء العیون جلد اول صفحہ نمبر296،297

نوٹ۔جس معترض نے حضرت صدیق اکبر علیہ السلام حضرت عمر فاروق علیہ السلام سلام کے وقت وفات پر جو باتیں نقل کرکے ان کے جنتی ہونے کی نفی کرنے کی ناکام کوشش کی تھی اس کے اصول سے ان کے اپنے پہلے اور دوسرے امام جنت سے فارغ ہو گئے۔

ششم۔

امامیہ مذہب کی معتبر کتاب صحیفہ سجادیہ میں موجود ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا

انا الزی افنت الزنوب عمرہ ۔

میں وہ شخص ہو جس کی عمر گناہوں میں تمام ہوئی۔

اس کے علاوہ امام زین العابدین نے اپنے گناہوں کی مغفرت کی دعا بھی اللہ سے کی اور آخرت کے انجام کی فکر بھی کی۔

اس صورت میں بقول معترض کے اصول کے امام زین العابدین کنفرم جنتی ہیں تو یہ سوال ان کے جنتی ہونے پر بھی ہو سکتا ہے کہ جس کو جنت کی بشارت ملی ہو، کنفرم جنتی ہوں جو وارث جنت ہو وہ بھلا کیسے اپنے گناہوں کی بخشش اور آخرت کی فکر کر سکتا ہے۔

ملاحظہ ہو صحیفہ سجادیہ۔

ہفتم۔

امام حسن علیہ السلام نے وقت وفات روتے ہوئے فرمایا میں دو باتوں کے لیے روتا ہوں ایک وہ جو حالت آنے والی ہے یعنی برزخ اور دوسرا دوستوں کی جدائی سے۔امامیہ مذہب کی معتبر کتاب اصول کافی جلد اول

ایمان ابو طالب یا عدم ایمان ابو طالب

"فقہ اکبر کی عبارت کا جواب"

اس حوالے سے سب سے پہلے شیعہ کہ طرف سفر ناچیز کے سامنے فقہ اکبر کی عبارت کو والدین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم ایمان کے بارے میں پیش کی گئی اس کا جواب بلا تمہید ملاحظہ فرمائیں

"فقہ اکبر کی عبارت کا جواب۔

فقہ اکبر سے اعتراض قائم نہیں کیا جاسکتا شرح اس کی یہ ہے کہ اس کے کئی نسخے ہیں جن میں باہم عبارات مختلف ہیں

نمبر۔1. ان کا انتقال فترت پر ہوا۔

نمبر۔2. ان کا انتقال کفر پر ہوا ۔

نمبر.3. ان کا انتقال کفر پر نہیں ہوا۔

لہذا ان میں سے صرف تکفیر کا عقیدہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف وہ بھی بطور الزام کے نہیں پیش کیا جا سکتا۔

"مسلم شریف کہ روایت سے استدلال کا رد بلیغ"

جہاں تک مسلم شریف کی حدیث کا تعلق ہے اسکے لئے گزارش یہ ہے کہ

جواب اول۔

امامیہ حضرات ہمیں بتائیں کہ کسی کے کفر کا اس کی اولاد یا باپ پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے؟

کہ اصولی طور پر کسی باپ کے کفر پر بیٹے پر یا بیٹے کے کفر کی وجہ سے باپ پر اعتراض اصولی ہو سکتا ہے یا نہیں۔؟

جناب نوح علیہ السلام کے بیٹے کے بارے میں قرآن مجید کی بعض آیات موجود ہیں لیکن اس کی وجہ سے جناب نوح علیہ السلام پر کوئی اعتراض نہیں۔

دوسرا یہ کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے والد کے بارے میں قرآن مجید کی بعض آیات موجود ہیں اس کے باوجود جناب ابراہیم علیہ السلام کے والد کی وجہ سے بھی جناب ابراہیم علیہ السلام کی نبوت اور عصمت محفوظ ہیں اسی طرح امام الانبیاءعلیہ السلام کے والد کے بارے میں بالفرض صحیح مسلم کی روایت کا امامی مفہوم مان بھی لیا جائے تو پھر بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مذہب حق اہلسنت کے نزدیک محفوظ ہیں۔

تنبیہ۔

جن علمائے اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید میں آزر ،چچا کے معنی میں ہے ان علماء اہلسنت کو تو کوئی نقصان ہی نہیں۔

اور قرآن مجید میں چچا کو باپ بھی کہا گیا ہے یہی چیز صحیح مسلم کی حدیث کے بارے میں ہماری طرف سے سمجھیں۔۔

جواب دوم۔

صحیح مسلم کی حدیث منسوخ ہے اس کے ناسخ روایات موجود ہیں جن میں آپ علیہ السلام کے والدین کو زندہ کیا گیا اور ایمان لانے کے بعد انتقال کا ذکر ہے۔

فتح الربانی ترتیب مسند امام احمد جلد 8

اس کے علاوہ علماء اہل سنت نے والدین کے ایمان کے اثبات پر بے شمار کتب لکھی ہیں ادھر رجوع کیا جائے۔

جواب سوم۔

صحیح مسلم کی روایت کے بارے میں امام سیوطی فرماتے ہیں کہ

"ان ابی واباک فی النار"

ان الفاظ پر پر تمام راوی متفق نہیں ہیں۔ ان الفاظ کو صرف عماد بن سلمان نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالی عنہ سے بیان کیا ہے اور یہ اس سند کے اندر ہے جسے امام مسلم نے اپنی کتاب میں ذکر کیا اس روایت کے ایک اور راوی جناب معمر ہیں انہوں نے حضرت ثابت سے اسی مضمون والی حدیث بیان کرتے ہوئے اس کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے ان الفاظ کو ذکر نہیں کیا۔

جس روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں ان کو نقل کرتے ہوئے امام سیوطی لکھتے ہیں۔

"ہم نے جناب امام معمر کی حدیث کی مثل ایک اور حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول دیکھی امام بزار، طبرانی اور بیہقی نے بواسطہ ابراہیم بن سعد بن ابی ذکر کیا کہ ایک اعرابی نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا میرا باپ کہاں ہے ؟

فرمایا وہ آگ میں ہے، پھر اس نے پوچھا آپ کا باپ؟

اس کے جواب میں آپ علیہ السلام نے فرمایا جب کبھی تو کسی کافر کی قبر پر پاس سے گزرے تو اس کو آگ کی خوشخبری دینا۔۔

اس کی سند امام بخاری اور مسلم کی شرائط پر ہیں لہذا اس کے لفظ پر اعتماد متعین ہوا۔

ملاحظہ ہو۔

📓مسالک الخفاء صفحہ 43 تا45...

جواب چہارم

مولا علی علیہ السلام کے والد کے بارے میں امامیہ مصادر ملاحظہ فرمائیں۔۔۔۔👇

اب آتے ہیں جناب ابو طالب کے ایمان کی طرف کہ امامیہ مصادر اس کے بارے میں کیا کہتی ہیں آپ سوچ رہے ہوں گے کہ والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے معارضہ میں ایک صحابی امتی جناب مولا علی علیہ السلام کے والد کے ایمان کی تردید پیش کرنا چہ معنی؟

تو اس کے لیے گذارش یہ ہے کہ یہ امامیہ عقیدہ امامت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس معارضہ کو پیش کیا گیا ہے کیونکہ ان کے ہاں امامت کا مقام نعوذ باللہ نبوت سے بلند ہے ملاحظہ ہو امامیہ کی معتبر کتاب حیات القلوب جلد دوم

اور ظاہر ہے کہ جو مجلس امامی مناظر نے والدین مصطفیٰ کے حوالے سے اہل سنت مصادر کی روشنی میں امام رازی رحمہ اللہ کی عبارت نہ سمجھتے ہوئے پڑھی وہ یہاں مولا علی علیہ السلام کے والد کے بارے میں بھی پڑھی جائے گی۔

لیجئے جناب امامیہ مذہب کے بنیادی ماخذ اصول کافی میں موجود ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے جناب ابو طالب کے شرک کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ابو طالب کی مثال اصحاب کہف کی سی ہے جو اپنے ایمان کو چھپاتے تھے اور شرک کو ظاہر کرتے تھے ان کے لیے دوہرا اجر ہے ۔

اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر 209

ہمارا استدلال۔

جواب اول۔

یہاں امام نے جناب ابو طالب کے قلوبی ایمان کے لیے اصحاب کہف کی مثال لائی ہے جبکہ یہ اصحاب کہف پر کھلا الزام ہے کیونکہ کہ اگر وہ اپنا ایمان وعقائد چھپاتے تو ان کو چھپنے کی کیا ضرورت تھی۔ سامنے آکر ہی ظاہری کفر کے اعتقاد کا اعلان کر دیتے ۔

جواب دوم۔

اصولی بات یہ ہے کہ جس کو تمام مکاتب فکر تسلیم کرتے ہیں کہ حکم ظاہر پر ہوتا ہے اور روایت میں موجود ہے کہ ابو طالب ظاہر میں شرک ہی کرتے تھے ۔

جواب سوم۔

جناب ابو طالب کے باطن کی گواہی کے مشکوک ہونے کیلئے یہ ہی کافی ہے کہ ایک تو انہوں نے جناب ابو طالب کا زمانہ نہیں پایا اور دوسرا یہ کہ اس کا تعلق علم غیب سے ہے ۔

بطور تنبیہ۔

ہو سکتا ہے کوئی صاحب یہ کہیں کہ دوسری روایت میں جناب ابو طالب کے ایمان کا اثبات کیا گیا ہے تو اس کے لیے گذارش یہ ہے کہ

جواب اول۔

پہلی روایت اس دوسری روایت سے زیادہ واضح اور صریح ہے جس میں جناب ابو طالب کے ایمان کی تردید ہے۔

جواب دوم۔

دوسری بات یہ ہے کہ جن اشعار کو دلیل بنایا گیا ہے وہ کسی متصل صحیح سند سے موجود نہیں جہاں تک ناچیز کی تحقیق ہے۔

جواب سوم۔

یہ کہ شاعری سے عقائد کا اثبات نہیں ہوتا الا یہ کہ اس کو کسی مستند دلیل کے شواہد میں پیش کیا گیا ہو۔اسی وجہ سے امام نے جناب ابو طالب پر شرک کا فتویٰ ہی لگایا تھا اور امام جناب ابو طالب کی اس شاعری سے مطمئن نہیں تھے اگر ہوتے تو تو ان پر شرک کا فتوی نہ لگاتے ۔

جواب چہارم۔
یہ مسلمہ اصول ہے کہ اعتبار خاتمہ ایمان کا ہوگا اور فریقین کی کتب میں موجود ہے کہ آخری وقت میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کے باوجود جناب ابوطالب نے کلمہ شہادت کا اقرار نہیں کیا۔ اسلیے یہ شاعری بھی ان کے ایمان کو ثابت نہیں کر سکتی۔

جواب ششم۔
امامیہ کی معتبر کتاب کشف الغمہ میں موجود ہے کہ جناب مولا علی علیہ السلام اپنے اور اپنے والد کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں کہ
میں ایک کم عقل تھا اللہ نے پھر آپ کے ذریعے سے مجھے اس شرک سے بچایا، جس پر میرے باپ دادا تھے۔ ملاحظہ ہو امامیہ مذہب کی معتبر
کتاب کشف الغمہ جلد اول صفحہ نمبر 638

خوارج و صفین والوں کا فرق اور جمل و صفین پر پچھتاوۓ مولا علی علیہ السلام کی زبانی

سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام کی زبانی خوارج سے قتال اور اصحاب رسول سے قتال میں فرق کے ثبوت پر آپ کی روایت پیش خدمت ہے۔
حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ الْجُهَنِيُّ أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الَّذِينَ سَارُوا إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنْ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنْ الرَّمِيَّةِ لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِينَ يُصِيبُونَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَّكَلُوا عَنْ الْعَمَلِ وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ وَلَيْسَ لَهُ ذِرَاعٌ عَلَى رَأْسِ عَضُدِهِ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ فَتَذْهَبُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ وَتَتْرُكُونَ هَؤُلَاءِ يَخْلُفُونَكُمْ

فِي ذَرَارِيِّكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونُوا هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَأَغَارُوا فِي سَرْحِ النَّاسِ فَسِيرُوا عَلَى اسْمِ اللَّهِ قَالَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ فَنَزَّلَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ مَنْزِلًا حَتَّى قَالَ مَرَرْنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا وَعَلَى الْخَوَارِجِ يَوْمَئِذٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ فَقَالَ لَهُمْ أَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوا سُيُوفَكُمْ مِنْ جُفُونِهَا فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُنَاشِدُوكُمْ كَمَا نَاشَدُوكُمْ يَوْمَ حَرُورَاءَ فَرَجَعُوا فَوَحَّشُوا بِرِمَاحِهِمْ وَسَلُّوا السُّيُوفَ وَشَجَرَهُمْ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ قَالَ وَقُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَمَا أُصِيبَ مِنْ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْتَمِسُوا فِيهِمْ الْمُخْدَجَ فَالْتَمَسُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ فَقَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِنَفْسِهِ حَتَّى أَتَى نَاسًا قَدْ قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ قَالَ أَخِّرُوهُمْ فَوَجَدُوهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ فَكَبَّرَ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللَّهُ وَبَلَّغَ رَسُولُهُ قَالَ فَقَامَ إِلَيْهِ عَبِيدَةُ السَّلْمَانِيُّ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَسَمِعْتَ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِي وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ حَتَّى اسْتَحْلَفَهُ ثَلَاثًا وَهُوَ يَحْلِفُ لَهُ۔

جناب سلمہ بن کہیل نے فرمایا: مجھے زید بن وہب جہنیؒ نے حدیث سنائی کہ وہ اس لشکر میں شامل تھے جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھا (اور) خوارج کی طرف روانہ ہوا تھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میری امت سے کچھ لوگ نکلیں گے وہ (اس طرح) قرآن پڑھیں گے کہ تمھاری قراءت ان کی قراءت کے مقابلے میں کچھ نہ ہو گی اور نہ تمھاری نمازوں کی ان کی نمازوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہو گی اور نہ ہی تمھارے روزوں کی ان کے روزوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہو گی۔ وہ قرآن پڑھیں گے اور خیال کریں گے وہ ان کے حق میں ہے حالانکہ وہ ان کے خلاف ہو گا ان کی نماز ان کی ہنسلیوں سے آگے نہیں بڑھے گی وہ اس طرح تیز رفتاری کے ساتھ اسلام سے نکل جائیں گے جس طرح تیر بہت تیزی سے شکار کے اندر سے نکل جاتا ہے۔: اگر وہ لشکر جو ان کو جالے گا جان لے کہ ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان کے بارے میں کیا فیصلہ ہوا ہے تو وہ عمل سے (بے نیاز ہو کر صرف اسی عمل پر) بھروسا کر لیں۔ اس (گروہ) کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی ہو گا جس کا عضد (بازو، کندھے سے لے کر کہنی تک کا حصہ) ہو گا کلائی نہیں ہو گی اس کے بازو کے سرے پر پستان کی نوک کی طرح (کا نشان) ہو گا جس پر سفید بال ہوں گے تو تم لوگ حضرت معاویہ علیہ السلام اور اہل شام کی طرف جا رہے ہو؟ اور ان خارجیوں کو چھوڑ رہے ہو جو

تمھارے بعد تمھارے بچوں اور اموال پر آپڑیں گے اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ یہ وہی قوم ہے کیونکہ انھوں نے (مسلمانوں کا) حرمت والا خون بہایا ہے اور لوگوں کے مویشیوں پر غارت گری کی ہے اللہ کا نام لے کر (ان کی طرف) چلو۔ سلمہ بن کہیل نے کہا: مجھے زید بن وہب نے (ایک ایک) منزل میں اتارا (ہر منزل کے بارے میں تفصیل سے) بتایا حتیٰ کے بتایا: ہم ایک پل پر سے گزرے پھر جب ہمارا آمنا سامنا ہوا تو اس روز خوارج کا سپہ سالار عبد اللہ بن وہب راسی تھا اس نے ان سے کہا: اپنے نیزے پھنیک دو اور اپنی تلواریں نیاموں سے نکال لو کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ وہ تمھارے سامنے (صلح کے لیے اللہ کا نام) پکاریں گے جس طرح انھوں نے خروراء کے دن تمھارے سامنے پکارا تھا تو انھوں نے لوٹ کر اپنے نیزے دور پھینک دیے اور تلواریں سونت لیں تو لوگ انھی نیزوں کے ساتھ ان پر پل پڑے اور وہ ایک دوسرے پر قتل ہوئے (ایک کے بعد دوسرا آتا اور قتل ہو کر پہلوں پر گرتا) اور اس روز (علی علیہ السلام کا ساتھ دینے والے) لوگوں میں سے دو کے سوا کوئی اور قتل نہ ہوا حضرت علی علیہ السلام نے کہا ان میں ادھورے ہاتھ والے کو تلاش کرو لوگوں نے بہت ڈھونڈا لیکن اس کو نہ پاسکے اس پر حضرت علی علیہ السلام خود اٹھے اور ان لوگوں کے پاس آئے جو قتل ہو کر ایک دوسرے پر گرے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: ان کو ہٹاؤ تو انھوں نے اسے (لاشوں کے نیچے) زمین سے لگا ہوا پایا۔ آپ نے اللہ اکبر کہا پھر کہا: اللہ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسی طرح ہم تک) پہنچادیا۔ (زید بن وہب نے) کہا عبیدہ سلمانی کھڑے ہو کر آپ کے سامنے حاضر ہوئے اور کہا اے امیر المومنین! اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں! آپ نے واقعی یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ تو انھوں نے کہا: ہاں اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں! حتیٰ کہ اس نے آپ سے تین دفعہ قسم لی اور آپ اس کے سامنے حلف اٹھاتے رہے۔

صحیح مسلم جلد اول رقم حدیث نمبر 2467.

اس روایت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

1️⃣سیدنا معاویہ علیہ السلام سے تحکیم کے باوجود سیدنا مولا علی علیہ السلام کے لشکری ان کو اصحابِ رسول کو قتل کرنے پر ابھارتے رہے۔

2️⃣مولا علی علیہ السلام جناب معاویہ علیہ السلام کی بجائے خارجیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پیش کر کے رغبت دلا کر ان سے قتال کرنا چاہتے تھے جبکہ امیر المومنین حضرت معاویہ علیہ السلام سے لڑنے پر آپ کے پاس اپنی ذاتی رائے کے کچھ بھی نہ تھا

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيل بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْهُذَلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: قُلْتُلِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبِرْنَا عَنْ مَسِيرِكَ هَذَا أَعَهْدٌ عَهِدَهُ إِلَيْكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ رَأْيٌ رَأَيْتَهُ ؟ فَقَالَ: مَا عَهِدَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ وَلَكِنَّهُ رَأْيٌ رَأَيْتُهُ.

جناب قیس بن عباد فرماتے ہیں کہ میں نے علی علیہ السلام سے کہا: ہمیں آپ (معاویہ علیہ السلام سے جنگ کے لیے) اپنی اس روانگی کے متعلق بتایئے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم ہے جو انہوں نے آپ کو دیا ہے یا آپ کا اپنا خیال ہے جسے آپ درست سمجھتے ہیں، وہ بولے: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حکم نہیں دیا بلکہ یہ میری ذاتی رائے ہے۔😭

📔سنن ابی داؤد رقم روایت نمبر 4666.

3️⃣بقول مولا علی علیہ السلام حضرت امیر معاویہ علیہ السلام لوگوں کا مال ناحق کھانے والے نہیں تھے اور نہ انہوں نے مولا علی علیہ السلام کے بقول ناحق خون بہایا جبکہ یہ خامیاں خارجیوں میں مولا علی علیہ السلام نے امیر المومنین حضرت معاویہ علیہ السلام کی بجاے اپنے لشکریوں کو بتا کر خارجیوں سے قتال پر ابھارا اور کسی علوی لشکری کے سپاہی نے یہ نہیں کہا کہ امیر معاویہ علیہ السلام ناحق خون صفین میں بہا چکے!

3️⃣اس کو ضرور بغض کی عینک اتار کر سوچیں۔

📄**خلیفہ چہارم کا صحابہ کرام سے قتال پر پچھتاوا۔**

کتاب السنہ میں روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام عنہ نے اپنے لخت جگر حضرت حسن علیہ السلام سے فرمایا کہ کاش کہ تیرا والد بیس سال قبل دنیا سے رخصت ہو چکا ہوتا (یعنی یہ جنگ میں قتال والا دن نہ دیکھتا) تو حضرت حسن علیہ السلام نے فرمایا

ابو جان میں نے آپکو اس واقعے میں پڑنے سے روکا تھا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی پیارے بیٹے! لیکن مجھے اندازہ نہ تھا کہ نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی۔

کتاب السنۃ لأحمد بن حنبل رحمہ اللہ صفحہ 589

▪عن قيس بن عباد قال قال علي رضي الله عنه لابنه الحسن يوم الجمل يا حسن ليت أباك مات من عشرين سنة قال فقال له الحسن: يا أبت قد كنت أنهاك عن هذا ،قال: يا بني لم أر الأمر يبلغ هذا .

كتاب السنة للإمام أحمد: صفحه 589 بسند صحيح

امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے بابا علی نے بہت ساری چیزوں کا ارادہ کیا لیکن جس کی وجہ سے بہت سارے مسائل پیدا ہوئے پھر ان کو جان چھڑانے کی کوئی جگہ نہ مل سکی۔

کتاب الفتن نعیم بن حماد رقم روایت نمبر 179.

حضرت علی علیہ السلام یہاں تک فرماتے ہیں کہ یہ جو کچھ میں نے کیا اپنی رائے سے کیا (یعنی آپ کے پاس مسلمانوں سے لڑنے کے کوئی شرعی دلیل نہ تھی) اب یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ میں نے غلط کیا یا صحیح۔

کتاب الفتن نعیم بن حماد رقم روایت نمبر 174.

حضرت علی علیہ السلام شیخین علیہما السلام کی افضلیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

سَبَقَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَصَلَّى أَبُوْ بَكْرٍ وَثَلَّثَ عُمَرُ، ثُمَّ خَبَطَتْنَا أَوْ أَصَابَتْنَا فِتْنَةٌ، يَعْفُوا اللهُ عَمَّنْ يَشَاءُ۔ (مسند احمد: ۸۹۵)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فضیلت و مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے آگے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب کے طور پر

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے امامت کے فرائض سرانجام دیئے اور تیسرا درجہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ان کے بعد ہم فتنوں میں مبتلا ہوگئے اور اللہ جس سے چاہے گا، درگزر فرمائے گا۔(حکم حسن لغیرہ)

مسند احمد رقم روایت نمبر 11565، طبرانی اوسط رقم 1661.

اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے روایت اور امامیہ کے استدلال کا پوسٹ مارٹم

قارئین ذی وقار! کافی عرصہ سے اس روایت پر لکھنا چاہ رہا تھا لیکن دوسری علمی کاموں کی مصروفیات کے باعث یہ کام رہتا گیا، الحمدللہ رب نے وقت میں برکت ڈالی اور اصحاب رسول کے دفاع جیسے بابرکت عمل کے باعث اللہ نے اس کام کہ توفیق عطا فرمائی۔

سب سے پہلے اس روایت کی سند ملاحظہ فرمائیں پھر اس کا تین طریقوں سے رد کیا جائے گا۔

1. سند کا پوسٹ مارٹم۔
2. روایت کے متن سے استدلال کا پوسٹ مارٹم
3. لاعلمی کے واقعات اہل بیت سے فریقین کی کتب سے پیش کئے جائیں گے جس میں تحقیقی اور الزامی دونوں جوابات کی قسم شامل ہوگی۔

اب سند ملاحظہ فرمائیں ۔

قال أحمد ابن زهير حدثنا عبيد الله بن عمر القواريري حدثنا مؤمل بن إسماعيل حدثنا سفيان الثوري عن يحيي بن سعيد عن سعيد بن المسيب قال كان عمر يتعوذ بالله من معضلة ليس لها أبو الحسن وقال في ردالمج نونة التي أمر برجمها وفي التي وضعت لستة أشهر فأراد عمر رجمها فقال له علي إن الله تعالي يقول وحملة وفصاله ثلاثون شهرا الحديث وقال له إن الله رفع القلم عن المجنون ------الحديث فكان عمر يقول لولا علي لهلك عمر.

الاستيعاب ابن عبدالبر جلد سوم صفحه نمبر 206

1️⃣سند کا پوسٹ مارٹم۔

ناچیز نے الاستیعاب فی معرفت الاصحاب کے جتنے نسخے دیکھے ہیں اس میں روایت کا زیر بحث ٹکڑا

"لولا علی لهلک عمر"

بلکل علحدہ روایت کے آخر میں علیحدہ وقفہ سے نقل کیا گیا ہے جو یہ احتمال دے رہا ہے کہ یہ قول امام ابنِ عبد البر رحمت اللہ علیہ نے ڈائرکٹ جناب عمر فاروق اعظم علیہ السلام کی طرف سے نقل کیا ہے اور اس لحاظ سے بے سند ہونے کی وجہ سے بھی حجت نہ رہا۔ اگر پچھلی سند کا ٹکڑا بھی سمجھا جائے پھر بھی روایت درست نہیں شرح اس کی یہ ہے کہ

1۔اس کا ایک راوی مومل بن اسماعیل ہے امام بخاری رحمہ اللہ کے مطابق منکر الحدیث تھا، اور جو راوی امام بخاری کے نزدیک منکر حدیث ہو اس کی کسی روایت سے احتجاج نہیں کیا جا سکتا۔

ملاحظہ فرمائیں

📓 میزان الاعتدال جلد اول رقم ترجمہ ابان بن تغلب صفحہ نمبر 119.

اس کے علاوہ اس کو امام نسائی، امام ابن عماد، امام دار قطنی، امام ابوزرعہ سب نے مومل بن اسماعیل کو کثیر الخطا کہا ہے۔

📓 میزان الاعتدال جلد ششم رقم ترجمہ 8956 صفحہ نمبر 571. تہزیب التہذیب جلد ششم صفحہ نمبر 489,490 رقم ترجمہ 8277۔

علاوہ ازیں اس کا حافظہ خراب تھا اور اس نے اپنی کتب دفن کر دی تھیں اور روایات صرف اپنے حافظے سے بیان کرتا تھا اس لیے اس سے بہت زیادہ غلطیاں صادر ہوتی تھیں۔ جیسا کہ محدث حافظ ابن عمار الشہید نے وضاحت فرمائی ہے۔

📓علم الحدیث فی کتاب صحیح مسلم صفحہ نمبر 128.

اس لیے یہ روایات میں کثرت سے وہم اور اغلاط کرتا تھا۔اس کی روایات صرف متابعت میں قبول کی جاتی ہیں اور زیر بحث روایت میں مومل بن اسماعیل منفرد ہے چنانچہ امام نصر مروزی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

مومل بن اسماعیل جب کسی روایت میں منفرد ہوں تو اس روایت سے توقف کیا جائے گا۔

تعظیم قدر الصلاۃ جلد دوم صفحہ نمبر 574.

2۔اس کے دوسرے راوی امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ثقہ تو ہیں لیکن مدلس ہونے کی وجہ سے ان کی عن سے روایت حجت نہیں ہوگی۔

میزان الاعتدال جلد دوم صفحہ نمبر 169, سیر اعلام النبلاء جلد ہفتم صفحہ نمبر 274.

اور زیر بحث روایت عن سے ہے۔اس کے علاوہ یہاں پر اس روایت میں ایک اور علت بھی ہے جس کی وجہ سے جناب سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالی عنہ کی روایت ان کے ثقہ ہونے کے باوجود حجت نہیں کیونکہ اس روایت میں امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالی عنہ سے نقل کرنے والے مومل بن اسماعیل ہیں اور ان کی جناب سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالی سے منقول روایت حجت نہیں ہوتی چنانچہ محدث امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

" محمد بن عثمان بن سعید دارمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام یحیٰ بن معین سے فریابی کی سفیان ثوری سے روایت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا فریابی کی سفیان ثوری سے روایت کا وہی حال ہے جس طرح مومل بن اسماعیل، عبید اللہ بن موسیٰ، قبیصہ اور عبد الرزاق کی روایت سفیان ثوری سے ہے۔

تاریخ دمشق لابن عساکر جلد 56 صفحہ نمبر 329.

یعنی جس طرح ان راویوں کی جناب سفیان ثوری سے روایت ضعیف ہوتی ہے اسی طرح مومل بن اسماعیل کی جناب سفیان ثوری سے منقول روایت بھی ضعیف ہوگی۔

تنبیہ: ہمارے کئی اہل علم حضرات نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالی کے بارے میں یہ ثابت کیا ہے کہ "ان کی تدلیس مضر نہیں" ان کی آراء کو تسلیم کرنے کے بعد بھی زیر بحث روایت ثابت نہیں ہوتی جس کی وجہ امام ابنِ عساکر کی کتب کے حوالے سے پیش کر دی گئی ہے۔

3۔اس کے تیسرے راوی امام سعید بن مسیب رحمہ اللہ ہیں جو 21 ہجری میں پیدا ہوئے تھے، سیدنا عمر فاروق اعظم علیہ السلام سے ان کا سماع نہیں ہے۔اس لیے یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے حجت نہیں۔

اس کے علاوہ روایت "لولا علی... کے الفاظ روایت میں بڑھائے گئے ہیں۔۔جمہور محدثین نے ان الفاظ کو نہیں لکھا۔۔اس لیے منہاج السنہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ الفاظ ضعیف ہیں۔

منہاج السنہ جلد ششم۔

4۔اس روایت کے ایک راوی جناب احمد بن زہیر رحمہ اللہ تعالی عنہ ہیں یہ گو کہ ثقہ ہیں لیکن زیر بحث روایات میں ایک خارجی علت کی وجہ سے یہ روایت حجت نہیں شرح اس کی یہ ہے کہ ان سے امام عبد البر رحمہ اللہ تعالی روایت کو نقل کر رہے ہیں جن کی پیدائش 368 ہجری میں پیدا ہوئے جبکہ جناب امام احمد بن زہیر رحمہ اللہ تعالی عنہ کی وفات 279 میں ہوئی ان کی وفات اور حالات کی تفصیل کے لئے درج ذیل کتب کی طرف رجوع فرمائیں

تاریخ مدینہ السلام واخبار محدثیھا جلد پنجم رقم ترجمہ 2110. صفحہ نمبر 267, تاریخ بغداد جلد چہارم صفحہ نمبر 162

اس صورت حال میں جناب احمد بن زہیر اور جناب ابن عبد البر کے درمیان 89 سال کا انقطاع بن رہا ہے لہذا یہ روایت یہاں آ بھی منقول ثابت ہو گئی۔

"دوسرے حوالے کا پوسٹ مارٹم"

اس کا ایک طرق مسند امام زید سے پیش کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں

مسند امام زید بن علی صفحہ نمبر 299,رقم روایت نمبر 627

لیکن یہ کتاب امام زین رحمہ اللہ تعالی سے ثابت نہیں اور جس کے ذریعے سے منقول ہے وہ عمرو بن خالد واسطی ہے جو متروک منکر حدیث اور کذاب راویوں میں شامل تھا اس پر مفصل محدثین کی جرح ملاحظہ فرمائیں۔

.1قال عبد اللَّه بْن أحمد بْن حنبل ، عن أبيه : متروك الحديث ، ليس بشيء.

.2وقال أَبُو بكر الأثرم ، عن أحمد بْن حنبل : كذاب ، يروي عن زيد بْن علي ، عن آبائه أحاديث موضوعة يكذب.

.3وقال عباس الدوري ، عن يحيى بْن معين : كذاب غير ثقة ، ولا مأمون.

.4وقال هاشم بْن مرثد الطبراني ، عن يحيى بْن 5.معين : كذاب ليس بشيء.

وقال إسحاق بْن راهويه ، وأبو زرعة : كَانَ يضع الحديث.

.6وقال أَبُو حاتم : متروك الحديث ، ذاهب الحديث ، لا يشتغل بهِ.

.7وقال أَبُو عبيد الآجري : سألت أبا داود عن عمرو بْن خالد الَّذِي يروي عَنْهُ أَبُو حفص الأبار ، فَقَالَ : هَذَا كذاب.

.8وقال فِي موضع آخر : سألت أبا داود عن عمرو بْن خالد ، فَقَالَ : ليس بشيء.

.9قال وكيع : كَانَ جارنا ، فظهرنا مِنْهُ عَلَى كذب ، فانتقل قُلْتُ : كَانَ واسطيا ؟ قال : نعم.

وحكى غيره عن وكيع ، قال : كَانَ فِي جوارنا يضع الحديث ، فلما فطن لَهُ تحول إِلَى واسط.

ملاحظہ فرمائیں۔

الضعفاء امام عقلی جلد سوم صفحہ نمبر 986رقم ترجمہ 1276 وغیرہ

خلاصۃ یہ ہے کہ جب مسند امام زید کتاب ہی سرے سے ثابت نہیں اور جس کا واسطہ ہے وہ خود کذاب مجروح اور متروک راوی ہے تو اس کتاب کی کسی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔

2 روایت کے متن سے استدلال کا پوسٹ مارٹم۔

بالفرض ہم اس روایت کو تسلیم کر لیتے ہیں پھر بھی اس سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم علیہ السلام کو شرعی طور پر لا علم ثابت نہیں کیا جا سکتا شرح اس کی یہ ہے کہ جس معاملہ کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو معلومات دی تھیں وہ ایک خارجی چیز تھی جو اس عورت کے گھر والوں کو بھی پتا تھا جس کا تعلق عورتوں سے ہوتا ہے۔ اور اس سے ہر گز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جناب عمر فاروق اعظم علیہ السلام رجم کے احکام سے واقف نہیں تھے۔ بلکہ آپ علیہ السلام جناب علی علیہ السلام کی طرف سے ایک خارجی علت کی وجہ سے اپنے عمل سے رک گئے تھے۔ اور یہ بات شریعت کے علوم سے تعلق نہیں رکھتی کہ جناب فاروق اعظم علیہ السلام پر اعتراض ہو سکے ان کی جواب داری تو ظاہری معاملات کو دیکھتے ہوئے تھی جس پر انہوں نہ فیصلہ فرمایا اور حکم شریعت بھی یہی ہے کہ حکم ظاہر پر ہی ہوتا ہے اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان دیکھنے کے لیے صحیح بخاری کہ طرف رجوع فرمائیں

صحیح بخاری جلد دوم

قرآن مجید میں اللہؐ تعالیٰ نے جناب سلیمان علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے جس میں ایک خارجی خبر پر ایک ہدہد پرندہ جناب سلیمان علیہ السلام کو خبر دیتا ہے جس کا علم جناب سلیمان علیہ السلام کو نہیں تھا۔

چناچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ ۢ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ

کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ (ہدہد نے) اس نے آکر کہا میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں کہ آپ (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام) کو اس کی خبر ہی نہیں، میں سبا کی ایک سچی خبر آپ کے پاس لایا ہوں۔

القرآن سورہ نمل آیت نمبر 22.

جب کسی خارجی خبر کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک نبی کے علم پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا تو صحابی رسول پر بھی اعتراض کیسے کیا جا سکتا۔

اگر ایک عورت کی قتل کی وجہ سے جناب عمر فاروق اعظم علیہ السلام اپنی ہلاکت کا فرمارہے ہیں تو جس خلیفہ کی طرف سے صفین و جمل میں ہزاروں کا قتل ہوا وہ تو اس کا بدرجہ اولی حق دار ہیں۔

(الزامی جواب)

3️⃣اہل بیت کے لاعلمی کے واقعات۔

لولا علی لھلک عمر۔۔سے امامیہ کا استدلال جناب عمر فاروق اعظم علیہ السلام کی شریعت سے لاعلمی کو ثابت کرنے کی ناکام لنگڑی کوشش تھی جس کا اوپر تحقیقی جواب میں کھٹا چٹھا کھول دیا ہے۔اب الزامی جواب کے تحت اسی طرح کے لاعلمی کے واقعات امامیہ کے نزدیک معصوم شخصیات کی طرف سے فریقین کی کتب سے پیش کئے جائیں گے ملاحظہ فرمائیں

🟩(1)حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ

أَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ قَوْمًا ارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَقَتَلْتُهُمْ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ ، وَلَمْ أَكُنْ لِأُحَرِّقَهُمْ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللَّهِ ، فَبَلَغَ ذَلِكَ عَلِيًّا، فَقَالَ: صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ۔

علی رضی اللہ عنہ نے کچھ ایسے لوگوں کو زندہ جلا دیا جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے، جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بات معلوم ہوئی ا تو انہوں نے کہا: اگر (علی رضی اللہ عنہ کی جگہ) میں ہوتا تو انہیں قتل کرتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ”: جو اپنے دین (اسلام) کو بدل ڈالے اسے قتل کرو“، اور میں انہیں جلاتا نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ” : اللہ کے عذاب خاص جیسا تم لوگ عذاب نہ دو“، پھر اس بات کی خبر علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے کہا: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سچ کہا۔

▪ صحیح بخاری جلد دوم کتاب الجہاد رقم حدیث نمبر 3017,جامع ترمذی جلد دوم رقم حدیث نمبر 1458.

(2)۔اسی طرح جناب ربیعہ بن دراج فرماتے ہیں کہ
ان علی صلی بعد العصر رکعتین فتغیظ علیہ عمر وقال اما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان نھی عنھا۔
حضرت علی علیہ السلام نے عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھے تو حضرت عمر فاروق اعظم علیہ السلام نے حضرت علی علیہ السلام سے ناراض ہوتے ہوئے فرمایا "آپ کو علم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھنا سے منع فرمایا تھا"

▪ مسند احمد جلد اول مسندات عمر فاروق اعظم علیہ السلام رقم حدیث نمبر 101, مصنف بعد الرزاق جلد دوم صفحہ نمبر 430۔

(3)۔ایک اور معاملہ جو لونڈیوں سے اولاد کو فروخت کے مسئلہ میں حضرت عمر فاروق اعظم علیہ کی رائے یہ تھی کہ ان کو فروخت نہ کیا جائے لیکن جناب علی المرتضی علیہ السلام ان کے بیچنے کے جواز کے قائل تھے اس معاملے کے بعد میں جناب علی علیہ السلام کے قاضی عبیدہ جناب علی علیہ السلام کی اس رائے کے مقابلے میں جناب فاروق اعظم علیہ السلام کی رائے کو ترجیح دیتے تھے اور حضرت علی علیہ السلام اس بارے میں اپنی رائے کو مرجوع اور جناب فاروق اعظم علیہ کی رات کو راجح سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ
اقْضُوا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُونَ فَإِنِّي أَكْرَهُ الِاخْتِلَافَ حَتَّى يَكُونَ لِلنَّاسِ جَمَاعَةٌ أَوْ أَمُوتَ كَمَا مَاتَ أَصْحَابِي
جس طرح تم پہلے فیصلہ کیا کرتے تھے اب بھی کیا کرو کیونکہ میں اختلاف کو برا جانتا ہوں۔اس وقت تک کہ سب لوگ جمع ہو جائیں یا میں بھی اپنے ساتھیوں (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی طرح دنیا سے چلا جاؤں۔

▪ صحیح بخاری جلد دوم رقم حدیث نمبر 3707۔کتاب المغنی عبد الجبار صفحہ نمبر 18.

(4)۔ جناب علی علیہ السلام دادا کے ساتھ میت کے بھائی کی صورت میں دادا کو ثلث دینے کے قائل ہیں لیکن بعد میں اپنے اس فیصلے سے رجوع کرتے ہوئے دوسرے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ادا حصہ اختیار فرما لیا۔

کتاب المغنی قاضی عبد الجبار صفحہ نمبر 18.

(5)۔ جناب محمد بن کعب رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جب حضرت علی علیہ السلام نے جواب دے دیا تو اس شخص نے عرض کیا کہ

"اس طرح مسئلہ نہ جس طرح آپ فرما رہے ہیں بلکہ اس طرح ہے (یعنی اس شخص میں اس کے مخالف مسئلہ کے کو دیا)

اس پر جناب علی علیہ السلام نے فرمایا

اصیت واخطات وفوق کل ذی علم علیم

تم نے مسئلہ درست بتایا ہے اور میں نے غلطی کی ہر علم والے سب زیادہ دوسرا زیادہ علم والا ہو سکتا ہے"

کنز العمال جلد پنجم باب العلم والعلما صفحہ نمبر 241.

نہج البلاغہ میں مولا علی علیہ السلام نے اپنی غلطیوں کے حوالے سے فرمایا

"فلا تلفوا ون مقالہ او مشورہ بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطی ولا آمن ذالک من فعلی

"اے مخاطبین! حق بات کہنے میں اور مجھے انصاف کا مشورہ دینے سے مت رکو، کیوں کہ میں غلطی کرنے سے بالاتر نہیں ہوں اور میں اپنے فعل میں غلطی سے بے خود نہیں ہوں"

اصول کافی جلد سوم کتاب الروضہ خطبہ امیر المومنین علیہ السلام رقم روایت 550 صفحہ نمبر 597.

نہج البلاغہ جلد اوّل خطبہ بصفین صفحہ نمبر 436

تنبیہ: اگر ہماری طرف سے پیش کردہ روایات میں کسی جگہ صرف بھی موجود ہے تو اس اعتراض کو پیش کرنے سے پہلے زیر بحث روایت کو اسنادی حیثیت سے صحیح ثابت کرنا ضروری ہے ورنہ ہماری روایات پر بات کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہو گا۔

(6)۔ شیعہ امامیہ کی طرف سے " لو لا علی لھلک عمر "سے استدلال کا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق اعظم علیہ السلام کوئی بہت غلط فیصلہ کرنے ہی والے تھے کہ سیدنا علی علیہ السلام نے آکر صحیح فیصلہ کر دیا۔ اب اسی طرح کی ایک روایت امامیہ کی معتبر کتاب اصول کافی سے حضرت علی علیہ السلام کے فیصلے کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں جبکہ امامیہ کا دعوی ہے کہ وہ معصوم تھے۔ لیکن روایت کی روشنی میں ایک چور کے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے چور کے بجائے ایک بے گناہ انسان کا ہاتھ کاٹ دیا۔

اصول کافی جلد سوم کتاب الفروع کتاب شھادت من شھد ثم رجع عن شھادتہ صفحہ نمبر 432

مرات العقول جلد 24 باب صفحہ نمبر 228۔

الکافی کے صحیح السند روایت کے مطابق سیدنا علی علیہ السلام نے ایک شخص کے خلاف فیصلہ دیا جس کے متعلق دو آدمیوں نے گواہی دی اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد وہ گواہ کسی اور آدمی کو لے آئے کہ چور وہ نہیں تھا جس کا ہاتھ کاٹا گیا بلکہ یہ اصل چور ہے ہمیں اس کے متعلق اشتباہ ہو گیا تھا۔

پھر سیدنا علی علیہ السلام نے ان دونوں کو آدھی دیت دینے کا حکم دیا اور کہا دوسرے کے بارے میں ان کی گواہی قبول نہیں۔ اگر یہاں کوئی امامی تاویل کرے کہ حکم ظاہر پر ہوتا ہے یہ تو گواہوں پر اس کا وبال ہے تو یہ تاویل ہمارے حق میں ہے شرح اس کی یہ ہے کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جناب فاروق اعظم علیہ السلام بھی ظاہر پر فیصلہ کرنے کے مجاز تھے جنہوں نے ایک خارجی خبر کی وجہ س دوسراں فیصلہ صادر فرمایا۔ پھر اس میں شرعی لاعلمی کا اعتراض خود دم توڑ جاتا ہے۔

(7)۔ قرآن مجید سے لاعلمی کے واقعات کو اگر دیکھا جائے تو یہ اصولی کافی میں ہی اہل بیت کے بارے میں بہت سارے مل جائیں گے چنانچہ حضرت علی علیہ السلام قرآن مجید کی سورۃ لقمان کی آیت 15 کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

"یہ آیت ابن حنتمہ اور اس کے ساتھی کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ" اگر یہ دونوں تمہیں اس بات پر مجبور کریں کہ تو وصیت (یعنی حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی وصیت) کے بارے میں کسی کو میرا شریک ٹھہرائے اور اس سے روگردانی کرے جس کی اطاعت کا تجھے حکم دیا گیا ہے ان دونون کی اطاعت نہ کرنا اور ان دونوں کی بات ماننا"

اصول کافی جلد اول کتاب الحجتہ باب فیہ نکت ونتف من التنزیل فی ولایت رقم روایت نمبر 79 صفحہ نمبر 198۔

جبکہ اس مطلب و مفہوم کو قرآن رد کررہا ہے شرح اس کی یہ ہے کہ یہ سورہ لقمان کی ایک آیت ہے جو مکی ہے یہ آیت والدین سے نیکی کرنے کی ترغیب کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان بچے کو کافر والدین کے ساتھ تعلقات رکھنے کی وضاحت کر رہی ہے کہ کن امور میں اولاد ان کی اطاعت کرے گی اور کن امور میں نہیں کرے گی۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ (14)وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ

"اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبر دار کر دوں گا۔ ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل

میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔"

القرآن سورہ لقمان آیت نمبر 15،14.

(8)۔امام باقر رحمہ اللہ تعالی عنہ سے سورہ ملک کی ایت 27 کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے قرآن کے خلاف اس کا مطلب کچھ اس طرح بیان کیا

"یہ آیت حضرت علی علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے"

اصول کافی جلد اول کتاب الحجتہ باب فیہ نکت و نتف من التنزیل فی ولایت صفحہ نمبر 197, رقم روایت نمبر 68

(9)۔جناب باقر رحمہ اللہ تعالی سے ام ہانی نے سورہ تکویر کی آیات 16،15 کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا

"اس سے مراد امام مہدی ہیں جو 260 ہجری میں چھپ جائیں گے"

اصول کافی جلد اول کتاب الحجتہ باب فی الغیبۃ صفحہ نمبر 157, رقم روایت نمبر 23

جبکہ قرآن مجید اس مطلب کو رد کر رہا ہے اس آیت میں " الخنس " چلنے والوں سے مراد وہ ستارے ہیں جو آسمان میں چلتے رہتے ہیں اس کی فضاؤں میں تیرتے رہتے ہیں اور اس کی گزر گاہوں میں رواں دواں رہتے ہیں پوری سورہ تکویر امام کے قول کی کوئی گنجائش نہیں یہاں پر بلخصوص آسمان پر موجود اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بات ہو رہی ہے اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ ان ہی زیر بحث آیات کے ساتھ آگے اللہ تعالیٰ عرش ستاروں کے ساتھ اپنے عرش اور آسمانوں میں اپنی قوت کا تذکرہ فرماتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّہٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ کَرِیۡمٍ (19)

ذِیۡ قُوَّۃٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ﴿۲۱﴾

یقیناً یہ ایک بزرگ رسول کا کہا ہوا ہے۔ جو قوت والا ہے عرش والے (اللہ) کے نزدیک بلند مرتبہ ہے ۔جس کی (آسمانوں میں) اطاعت کی جاتی ہے امین ہے"

📓 القرآن سورہ تکویر آیات نمبر 19 تا 21 .

علاوہ ازیں جناب باقر نے آیات کا جو مطلب بیان فرمایا اس کا رد خود امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام بھی کر رہے ہیں چنانچہ آپ علیہ السلام ان آیات میں ستاروں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

وھی خمستہ انجم زحل ولمشتری والمریخ والزھرہ وعطارد

"وہ یہ پانچ ستارے ہیں انجم زحل، مشتری، مریخ، زھرہ اور عطارد۔

📓 تفسیر مجمع البیان جلد دہم تفسیر سورہ تکویر صفحہ نمبر 446، تفسیر نمونہ جلد 15 تفسیر سورۃ تکویر صفحہ پر 48

🟩(10)۔ امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ تعالی سورہ حج کی آیت نمبر 45 کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"اس آیت میں بے کار کنوؤں سے مراد" خاموش امام" ہے 🤫 اور مظبوط محلوں سے مراد بولنے والا امام ہے"

📓 اصول کافی جلد اول کتاب الحجتہ باب فیہ نکت و نتف من التنزیل فی ولایت صفحہ نمبر 198 رقم روایت نمبر 75

جبکہ اس آیت کا تعلق امام ناطق و صامت سے ہر گز نہیں بلکہ قرآن مجید امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ تعالی کی بات کو رد کر رہا ہے کیونکہ زیر بحث مقام والی آیات سابقہ قوموں کی تباہی کے بعد باقی ماندہ آثار کی بات کر رہی ہیں جس کا تعلق نہ تو امام ناطق سے ہے اور نہ امام صامت سے ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

وَ اِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ فَقَدۡ کَذَّبَتۡ قَبۡلَہُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوۡدُ ﴿۴۲﴾وَ قَوۡمُ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ قَوۡمُ لُوۡطٍ ﴿۴۳﴾وَّ اَصۡحٰبُ مَدۡیَنَ ۚ وَ کُذِّبَ مُوۡسٰی فَاَمۡلَیۡتُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ثُمَّ اَخَذۡتُہُمۡ ۚ فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ ﴿۴۴﴾فَکَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَہۡلَکۡنٰہَا وَ ہِیَ ظَالِمَۃٌ فَہِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوۡشِہَا وَ بِئۡرٍ مُّعَطَّلَۃٍ وَّ قَصۡرٍ مَّشِیۡدٍ ﴿۴۵﴾اَفَلَمۡ

يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں (تو کوئی تعجب کی بات نہیں) تو ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود۔ اور قوم ابراہیم اور قوم لوط۔ اور مدین والے بھی اپنے اپنے نبیوں کو جھٹلا چکے ہیں۔ موسیٰ) علیہ السلام (بھی جھٹلائے جا چکے ہیں پس میں نے کافروں کو یوں ہی سی مہلت دی پھر دھر دبایا پھر میرا عذاب کیسا ہوا؟ بہت سی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے تہ و بالا کر دیا اس لئے کہ وہ ظالم تھے پس وہ اپنی چھتوں کے بل اوندھی ہوئی پڑی ہیں اور بہت سے آباد کنوئیں بیکار پڑے ہیں اور بہت سے پکے اور بلند محل ویران پڑے ہیں۔ کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی جو ان کے دل ان باتوں کے سمجھنے والے ہوتے یا کانوں سے ہی ان) واقعات (کو سن لیتے، بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

📖 القرآن سورہ حج آیات نمبر 42 تا 46۔

اس کے علاوہ اصول اربعہ امامیہ کی بنیادی کتب معتبرہ پوری کھنگالی جائیں تو قرآن مجید کے خلاف سنت رسول اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اصول وعقائد اور فروعات تک ایسی روایات کا ایک انسائیکلوپیڈیا تیار ہو سکتا جس کی یہاں چنداں ضرورت نہیں عقل مند کے لیے اتنے اشارے کافی ہیں۔

ناچیز نے ضعیف متروک روایت " لولا علی ھلک عمر " کی سند اور متن کا مکمل پوسٹ مارٹم کر دیا ہے اور الزامی جوابات کے تحت بھی فریقین کے مصادر سے دس واقعات و روایات پیش کر دی ہیں جس کے ہوتے ہوئے اس روایت کو بنیاد بنا کر امامیہ کی طرف سے جناب عمر فاروق اعظم علیہ پر طعن کرنا بے وزن اور ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

حضرت معاویہ علیہ السلام اور ان کے والد پر لعنت ثابت کرنے والی انساب الاشراف کی روایت کا پوسٹ مارٹم۔

حضرت معاویہ علیہ السلام اور ان کے والد پر لعنت ثابت کرنے کے جو روایت پیش کی جاتی ہے ان میں صریح الفاظ کی روایت جس میں ان دونوں شخصیات کے نام ہیں وہ بلاذری کی روایت ہے۔ (اس کے دیگر طرق کیلئے دیکھئے: سل السنان في الذب عن معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه) ضعیف طرق کو تو فی الحال رہنے دیجئے، اس "قوی ترین" روایت کی حیثیت کیا ہے، آیئے، ملاحظہ فرمایئے؛

امام أحمد بن يحيى، البلاذري (المتوفی 279) نے کہا:

حدثنا خلف حدثنا عبد الوارث بن سعيد عن سعيد بن جمهان عن سفينة مولى أم سلمة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان جالسا فمر أبو سفيان على بعير ومعه معاوية وأخ له ، أحدهما يقود البعير والآخر يسوقه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لعن الله الحامل والمحمول والقائد والسائق

سفینہ علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اونٹ پر حضرت ابو سفیان علیہ السلام کا گذر ہوا ان کے ساتھ معاویہ علیہ السلام اور ان کے ایک بھائی تھے۔ ان میں سے ایک اونٹ کو چلا رہا تھا اور دوسرا ہانک رہا تھا۔ تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسم نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو سواری اور سوار پر نیز چلانے والے اور ہانکنے والے پر۔

[أنساب الأشراف للبلاذري، ط، دار الفكر: 5/ 136 رجالہ ثقات ومتنہ منکر واخرجہ البزار فی مسندہ (9/ 286) من طریق سعید بن جمھان بہ نحوہ، وقال الھیثمی فی مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (1/ 113): رواہ البزار، ورجالھس ثقات]

اس کے رواۃ پر ہم بعد میں بات کریں گے، سر دست اس کی سند کو نظر انداز کر کے جب ہم اس کے متن کا جائزہ لیتے ہیں تو اس میں جو آفات وبلیات ہیں، وہی، بظاہر صحت سند کے باوجود، اسے صحیح باور کرنے سے مانع ہیں؛.

⬣ اول تو یہ بات جاننا ضروری ہے کہ صحت سند، صحت متن کو لازم نہیں کہ اس کا متن بھی صحیح و غیر معلول ہو. بلکہ معلول روایت کہتے ہی اسے ہیں کہ جس کی سند میں کوئی ضعف نہ ہو اور جس کی سند میں ضعف ہو، اسے ضعیف کہتے ہیں، معلول نہیں۔ یعنی معلول روایت میں علت کی ذمہ داری کسی راوی پر ڈالنا ضروری نہیں ہوتا۔

⬣ معلول ہونا تو دور کی بات، کہ معرفت علل بھی جید محدثین کے سوا کسی عام عالم کے بس کا روگ نہیں، اس میں تو ایسی مصیبتیں پائی جاتی ہیں کہ عام آدمی، جو سیرت نبوی سے سادہ سی واقفیت رکھتا ہو، کی عقل سلیم اس کی نکارت پر متنبہ ہو جاتی ہے؛ کیونکہ

1. ایک تو اس میں بغیر وجہ کے ہی تین صحابہ پر لعنت کی گئی ہے، حالانکہ آپ علیہ السلام نے خود فرمایا کہ مؤمن طعنہ زنی کرنے والا، (خوامخواہ) لعنتیں بھیجنے والا، فحش گو اور بے حیا نہیں ہوتا

ترمذی جلد دوم رقم حدیث نمبر 1977

2. اگر کہا جائے کہ ان کے کردار کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، تو ان کا غیر شرعی کردار صحیح اسناد سے ثابت ہی نہیں۔ نیز اگر کسی کو ان کے کردار پر اعتراض ہے بھی تو وہ بعد از وفاتِ نبی ﷺ ہے۔ لہذا جیسے جرم کرنے سے پہلے سزا نہیں مل سکتی، اسی طرح قابلِ اعتراض فعل کے صادر ہونے سے پہلے لعنت کا کوئی جواز نہیں۔ اگر کہا جائے کہ ان کے کردار کی خبر آپ ﷺ کو پہلے ہی دے دی گئی، تو صرف یہی بات محتاجِ ثبوت نہیں، بلکہ ان کے کردار کو بھی پہلے غیر شرعی ثابت کیا جائے۔

3. اگر معاذ اللہ ان صحابہ کا کردار غلط تھا، تو سواری کے جانور کا کیا قصور تھا کہ اس پر بھی لعنت کر دی گئی؟ حالانکہ آپ ﷺ نے خود جانور پر لعنت کرنے کو سخت ناپسند فرمایا۔ (مسلم 2595)۔ آپ ﷺ تو رحمۃ اللعالمین ہیں اور بے گناہ پر لعنت کرنا اس صفت کے یکسر خلاف ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ روایت آپ ﷺ کی طرف غلط طور پر منسوب کی گئی ہے۔

4. آپ ﷺ کی صفات میں یہ بھی شامل ہیں کہ آپ ﷺ شاہد بھی ہیں (الفتح 8) اور شفیع بھی (مسلم 193)، جبکہ بلاوجہ لعنتیں کرنے والا نہ شاہد ہو گا نہ شفیع

صحیح مسلم جلد دوم رقم حدیث نمبر 2598

5. سیدنا معاویہ علیہ السلام کاتبِ وحی تھے

مسند احمد 2651، 3104 و مسند البزار رقم 2491

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام کے ساتھ تاکیداً انہیں اس مقصد کیلئے بلاتے تھے۔

دلائل النبوۃ للبیہقی (6/243)۔

تو کیا معاذ اللہ وحی ایک لعنت زدہ شخص سے لکھوائی گئی؟

2۔ روایت کی اسنادی بحث۔

اب آیئے، ذرا اس کی اسناد کا جائزہ لیتے ہیں۔ سعید بن جمہان (عن سفینہ) سے یہ روایت دو راویوں نے بیان کی ہے؛

1۔ حماد بن سلمہ (مسند البزار 3839، بلفظ عَنْ سَفِينَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا فَمَرَّ رَجُلٌ عَلَى بَعِيرٍ وَبَيْنَ يَدَيْهِ قَائِدٌ وَخَلْفَهُ سَائِقٌ، فَقَالَ: «لَعَنَ اللَّهُ الْقَائِدَ وَالسَّائِقَ وَالرَّاكِبَ»)۔

2۔ عبد الوارث بن سعيد (مسند البزار 3839 بلفظ المذكور عن حماد بن سلمہ، انساب الاشراف للبلاذری 5/129 بلفظ عن سفينة مولى أم سلمة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان جالسا فمر أبو سفيان على بعير ومعه معاوية وأخ له ، أحدهما يقود البعير والآخر يسوقه، فقال رسول الله صلى عليه وسلم: لعن الله الحامل والمحمول والقائد والسائق)۔

1. پہلی بات یہ ہے کہ مسند البزار میں حماد بن سلمہ اور عبد الوارث بن سعید، دونوں سے ہی عبد الصمد بن عبد الوارث روایت کرتے ہیں اور ان سے السکن بن سعید۔

2. عبد الصمد بن عبد الوارث نے حماد بن سلمہ اور اپنے والد عبد الوارث بن سعید سے ایک جیسے الفاظ ہی نقل کئے ہیں، جن میں کسی بھی نام کا تعین موجود نہیں۔

3. مسند البزار کی روایت میں السکن بن سعید کا ترجمہ کہیں نہیں مل سکا۔ ظاہر ہے کہ ایسے رواۃ کا شمار مجہولین میں ہوتا ہے۔

4. بلاذری نے یہ روایت خلف بن ہشام سے اور انہوں نے عبد الوارث بن سعید سے روایت کی ہے۔ اور اس میں سیدنا معاویہ علیہ السلام اور ان کے والد سیدنا ابو سفیان علیہ السلام کے ناموں کا تعین اور سیدنا معاویہ علیہ السلام کے بھائی کا ذکر موجود ہے۔

5. بلاذری سے بالا تمام رواۃ موثقین میں سے ہیں، مگر بلاذری بذاتِ خود کیا ہیں؟ آیئے دیکھتے ہیں؛

انساب الاشراف کے مصنف کی حیثیت اسماالرجال کی کتب کی روشنی میں۔

موصوف کا پورا نام أحمد بن يحيى بن جابر بن داود البلاذري البغدادي الأديب الكاتب ہے۔ کنیت ابو بکر، ابو الحسن یا ابو جعفر ہے (سلم الوصول 1/264)۔ 279ھ میں فوت ہوئے۔ ان کی تعدیل و توثیق کے بارے میں متقدمین محدثین خاموش ہیں۔ حالانکہ یہ زمانہِ تدوینِ حدیث سے تعلق رکھتے ہیں، نہ کہ قرونِ متاخرہ سے کہ ان کی تعریف و توصیف کا کوئی بھی کلمہ مل جائے تو اسی پر اکتفاء کر لیا جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں

کہ محدثین و علماء ان کی کتب سے استفادہ کرتے رہے ہیں، متاخرین سے جو ان کے بارے میں جو تبصرے میسر ہیں، وہ یہ ہیں؛

1۔ حافظ ابنِ عساکرؒ (المتوفی 571ھ) وقال بلغني أن البلاذري كان أديبا راوية له كتب جياد (تاریخ دمشق 6/74)۔

حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بلاذری ادیب تھے، روایات کے حافظ تھے، جید کتب کے مصنف تھے۔

2۔ علامہ ابن العدیمؒ (المتوفی 666ھ) وقال كاتب، أديب، شاعر، مصنف، له كتب حسنة (بغية الطلب 1/231)۔

علامہ ابن العدیمؒ کہتے ہیں کہ وہ لکھاری تھے، ادیب و شاعر تھے، اچھی کتب کے مصنف تھے۔

3۔ علامہ یاقوت الحمویؒ (المتوفی 726ھ) وقال وكان عالما فاضلا نسابة متقنا (معجم الادباء 1/202)۔

یعنی وہ عالم و فاضل تھے،، انساب کے ماہر تھے (اور اپنے فن میں) پختہ کار تھے۔

4۔ علامہ ذہبیؒ (المتوفی 748ھ)، وقال حافظ أخباري علامة (تذکرۃ الحفاظ 3/73) العلامة، الاديب، المصنف (سیر اعلام النبلاء 13/162)۔

یعنی وہ حافظ، اخبار و روایات کے بڑے عالم تھے، ادیب اور مصنف بھی تھے۔

5۔ علامہ صفدیؒ (المتوفی 764ھ) وقال وكان أحمد بن يحيى بن جابر عالماً فاضلاً شاعراً راوية نسّابة متقناً (الوافی بالوفیات للصفدی 3/104)۔

یعنی وہ عالم و فاضل تھے، شاعر تھے، روایات کے حافظ اور انساب کے ماہر تھے (اور اپنے فن میں) پختہ کار تھے۔

متاخرین کے بغیر کسی سند کے بیان کردہ ان اوصاف سے زمانۂ تدوینِ حدیث کے کسی راوی کی ثقاہت پر استدلال کرنا، دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ آدمی نہ حافظ ہو، نہ عالم و فاضل، نہ ادیب و شاعر اور نہ ہی روایات و انساب کا ماہر، مگر ثقہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آدمی بہت بڑا عالم، اخباری، کثیر الروایۃ، ادیب و مصنف بھی ہو، مگر ثقہ نہ ہو، جیسا کہ محمد بن عمر الواقدی۔ تسلیم شد کہ راوی کی مرویات کی جانچ پڑتال کے بعد بھی اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جاسکتی ہے، تو ہم بھی اس کی روایت کو ہی میزانِ تحقیق میں تول رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ موصوف، بعض غیر محمود اوصاف کے حامل بھی تھے؛ مثلاً

1۔ موصوف فحش گو تھے (معجم الادباء 2/532 وغیرہ)۔

2۔ کثرت سے ہجو گوئی کیا کرتے تھے (ایضاً)۔

3۔ لوگوں کی عزتوں پر حرف گیری بھی کیا کرتے تھے (ایضاً)۔

4۔ حسد کی صفت سے بھی متصف تھے (ایضاً)۔

4۔ اپنی اس صفت کو جہاراً بیان بھی کرتے تھے (ایضاً)۔

5۔ پھر ان سے اس مدح سرائی کا انعام بھی وصول کیا کرتے تھے (الوافی فی الوفیات للصفدی 1104/1)۔

6۔ موصوف شاعر بھی تھے اور اخلاق و تہذیب کی سطح سے فروتر شعر کہا کرتے تھے (ایضاً)۔

7۔ آخری عمر میں ان کی عقل بلاذر (حافظہ کو تیز کرنے والا) پینے کی وجہ سے جاتی رہی۔ جس کی وجہ سے بلاذری مشہور ہوئے (تاریخ دمشق 74/6، معجم الادباء 534/2)۔

8۔ عباسی خلفاء کے درباری عالم تھے (تاریخ دمشق 74/6، معجم الادباء 534/2)۔

9۔ عباسی خلفاء کی مدح سرائی بھی کیا کرتے تھے (ایضاً)۔

احمد بن یحیی البلاذری کے مفصل حالات کیلئے دیکھئے؛ تاریخ دمشق 74/6، لسان المیزان 322/1، البدایہ والنھایہ 65/11، تاریخ الاسلام 2246/1، الوافی فی الوفیات 6/1 و 1104/1، صبح الاعشی 242/6، الاعلام للزرکلی 327/2، تذکرۃ الحفاظ 73/3، الفہرست لابن الندیم 297/1، سیر اعلام النبلاء 162/13، فوات الوفیات لابن شاکر الکتبی 71/2، النجوم الزاھرۃ 83/1، بغیۃ الطلب 231/1، معجم الادباء للحموی 202/1، الدر الثمین 292/1، سل السنان 152/1۔

حافظ ابنِ کثیرؒ اپنی کتاب "اختصار علوم الحدیث" ص 92 پر، النوع الثالث والعشرون، معرفۃ من تقبل روایتہ ومن لاتقبل وبیان الجرح والتعدیل (تئیسویں قسم، ان رواۃ کی پہچان کہ جن کی روایت مقبول ہوتی ہے اور جن کی مقبول نہیں ہوتی، اور جرح وتعدیل کا بیان) کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں؛

المقبول: الثقۃ الضابط لما یرویہ. وھو: المسلم العاقل البالغ، سالماً من أسباب الفسق وخوارم المروءۃ، وأن یکون مع ذلک متیقظاً غیر مغفل، حافظاً إن حدّث من حفظہ، فاھماً إن حدث علی المعنی فان اختل شرط مما ذکرنا ردت روایتہ.

مقبول (وہ راوی ہو گا)، جو اپنی روایت میں ثقہ اور ضابط ہو، اور وہ مسلم، عاقل وبالغ ہو، فسق وفجور کے اسباب اور بداخلاقیوں سے سالم ومحفوظ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بیدار مغز ہو، غافل نہ ہو، اگر حفظ سے بیان کرے تو حافظے کا مضبوط ہو، اگر بالمعنی روایت کرے تو معانی کا اچھی طرح فہم رکھنے والا ہو۔ اگر ان شروط میں سے ایک بھی رہ جائے تو اس کی روایت رد کر دی جائے گی۔

حافظ ابن کثیرؒ کی یہ عبارت بلاذری مذکور کو ثقہ باور کرنے سے مانع ہے۔ پھر یہ بات بھی انتہائی قابلِ غور ہے کہ بلاذری، عباسی خلفاء کے مداح تھے، جس پر انہیں انعام سے بھی نوازا جاتا تھا، اور عباسی خلفاء کا بنوامیہ سے بغض وعناد کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ لہذا درباری علماء نے اگر بنوامیہ کی تنقیص میں کچھ روایت کر دیا ہو تو یہ

کوئی ناممکنات میں سے نہیں، بلکہ عین ممکنات میں سے ہے۔ جیسا کہ (دیگر طرق سے قطعِ نظر، سعید بن جمہان کی زیرِ بحث) بزار کی روایت میں ناموں کا تعین نہیں، مگر بلاذری کی روایت میں ہے۔ اور ہماری اس بات کو مزید تقویت، امام ھشامؒ بن عمار کا وہ قول دیتا ہے، جو کہ بلاذری نے خود اسی کتاب "الانساب الاشراف "74/5 پر نقل کیا ہے، فرماتے ہیں؛

قَالَ لِي هشام بْن عمار: نظرت فِي أحاديث مُعَاوِيَة عندكم فوجدت أكثرها مصنوعًا

بلاذری کہتے ہیں کہ مجھ سے (میرے استاد) امام ہشام بن عمارؒ نے کہا کہ میں نے تمہاری (بیان کردہ) احادیث دربارہِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر غور کیا ہے اور ان میں سے اکثر کو بناوٹی پایا ہے۔

ان تمام اسباب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ بلاذری کی کم زکم یہ روایت، دیگر صحیح روایات کے خلاف اور شدید نکارت پر مبنی ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے۔ لہذا سیدنا معاویہ علیہ السلام پر آپ ﷺ کا لعنت بھیجنا ثابت ہی نہیں۔

6. خدانخواستہ اگر یہ روایت پایہ ثبوت تک پہنچ بھی جائے تو یہ بھی سیدنا معاویہ علیہ السلام کے حق میں رحمت ہی ثابت ہو گی، کیونکہ آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے؛

اے اللہ، میں نے تجھ سے وعدہ لیا ہے جس کی تو خلاف ورزی نہیں کرے گا، (وہ یہ) کہ میں اک انسان ہوں، (بتقاضائے بشریت اگر) میں نے کسی مؤمن کو تکلیف دی ہو، برا بھلا کہا ہو، لعنت کی ہو یا درے مارے ہوں، تو تو اسے رحمت، پاکیزگی اور قربت میں بدل دے، کہ جس سے بروزِ قیامت وہ تیرا تقرب حاصل کر لے۔

مسلم جلد دوم رقم حدیث نمبر 2601

3۔زیادہ سے زیادہ یہ الفاظ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تسلیم کر بھی لئے جائیں تو یہ بدعا کے زمرے میں شامل ہیں جن کے بارے پہلے جواب کے تحت یہ بتادیاہے کہ صحابہ کرام کے بارے اس طرح کے الفاظ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ان سے رجوع فرما کر ان کو دعا کی صورت میں اللہ سے مانگ لیا تھا اور مشہور حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے

جامع ترمذی جلد دوم

اور خاتمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان بدعاوں کے بارے میں رجوع کا ہے

اس طرح کہ بدعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام کو بھی دیں

آپ ﷺ کا سیدنا ابوذر علیہ السلام کو فرمانا"

ثکلتک امک "یعنی تیری ماں تجھے گم پائے

(سنن ابی داؤد332)

اور حضرت معاذ علیہ السلام (ترمذی2616) تیری ماں تجھے گم پائے،

سیدہ ام سلیم سلام اللہ علیہا کی یتیمہ کو فرمانا"لا کبر سنک "یعنی تیری عمر زیادہ نہ ہو،

مسلم (2603)۔

سیدہ ام سلمہ سلام اللہ علیہا کو فرمانا"تربت یداک"

یعنی تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں

مسلم جلد اول رقم حدیث نمبر 313

مولا علی علیہ السلام کو نماز کے لیے نہ اٹھنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھگڑالو انسان فرمایا

صحیح بخاری جلد اول، مسند احمد جلد اول مسندات علی علیہ السلام

تو کیا کوئی گمان کر سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں بد دعا دی ہے؟۔

4۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسلم نے یہ کب فرمایا؟ ممکنہ ہے جب اسلام ان حضرات نے نہ لایا اس وقت فرمایا ہو

اگر یہ صورت حال ہے تو اعتراض کی گنجائش ہی نہیں رہتی یہ تفضیلیوں اور رافضیین کو ثابت کرنا ہے کہ یہ اسلام لانے کے بعد یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

5۔اب ذرا رافضیین کے پھکی بھی دیتا جاؤں۔

اصول کافی میں موجود ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر غصب نال ہونے کی وجہ سے لعنت کرتا ہے جو سب سے زیادہ طلاقیں دیتا ہے اور اسی اصول کافی کی دوسری روایت میں موجود ہے کہ

جناب مولا علی علیہ السلام نے فرمایا حسن کو رشتے نہ دیا کرو یہ سب سے زیادہ طلاقیں دیتا ہے۔

اصول کافی کتاب الفروع جلد دوم۔

نتیجہ رافضی خود نکال لیں۔

کیا مظلوم مدینہ جناب عثمان علیہ السلام کے قاتلین کے لیے گواہوں کی ضرورت تھی؟

پلمبریوں تفضیلیوں کا اکثر یہ جاہلانہ اعتراض ہوتا ہے کہ چونکہ امیر المؤمنین داماد رسول جناب عثمان غنی علیہ السلام کے قاتلین کے گواہ نہیں تھے اس لیے خلیفہ وقت نے قصاص نہیں لیا۔

آیئے آج اس جاہلانہ اعتراف کے پیچ ڈھیلے کرتے ہیں۔

1۔ کسی کے قتل پر گواہوں کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب قتل کی واردات خفیہ ہو

جب مظلوم مدینہ جناب عثمان غنی علیہ السلام کی شہادت سر عام ہوئی جس کا پورا مدینہ گواہ ہے۔

2۔ مظلوم مدینہ جناب عثمان غنی علیہ السلام کے گھر کا محاصرہ کئی دن محاصرہ رہا جو دن رات جاری رہا اس لیے بھی گواہی کی ضرورت نہیں تھی ان حالات میں قاتلوں کے لیے گواہوں کا مطالبہ وہی کرتا ہے جو کشمیر میں قتل عام پر یہ مطالبہ کہے کہ اس بات پر کیا ثبوت ہے کہ کشمیر میں مسلمانوں کے قتل عام بھارتی فوج نے کیا۔

3۔ کوئی پلمبری تفضیلی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ خلیفہ چہارم نے کبھی یہ اعتراض جناب معاویہ علیہ السلام کے سامنے رکھا ہو کہ چونکہ میرے پاس قاتلین کے قتل پر گواہ نہیں اس لیے میں قصاص نہیں لے سکتا اس کے ثبوت کے لیے قیامت تک ٹائم دیتا ہوں

4۔ اب ہم مزید کچھ حقایق پیش کرتے ہیں جس سے ثابت ہو گا کہ قاتلین کا معاملہ کوئی ڈھکا چھپا نہیں تھا چنانچہ مظلوم مدینہ جناب عثمان غنی علیہ السلام کے صاحب زادے جناب ابان بن عثمان رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ

"جب بابا پر پتھروں کی بارش ہونے لگی تو میں مولا علی علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا

"چچا جان ہمیں تو پتھروں نے مار دیا تو مولا علی علیہ السلام نے فرمایا چلو باہر اور میں بھی ان کے ساتھ باہر آ گیا اور پھر ان مولا علی علیہ السلام پر بھی پتھر برسائے گئے کہ ان کے کندھے بے حس جیسے ہو گئے۔

تاریخ دمشق جلد39 صفحہ نمبر369ء368

تاریخ مدینہ منورہ جلد چہارم صفحہ نمبر1222ء1221

سند حسن لذاتہ

یہ روایت بھی یہ ثابت کر رہی ہے کہ قاتلین مظلوم مدینہ ظاہر اور باہر تھے جن کو مظلوم مدینہ کے صاحب زادے اور مولا علی علیہ السلام تک کو پتا تھا

5۔ وفہ کی مسجد میں عمر بن الخطاب علیہ السلام کے بہنوئی، اور جنت کی بشارت یافتہ صحابی سعید بن زید علیہ السلام کا خطاب

امام بخاري رحمہ اللہ (المتوفی256) نے کہا:

"حدثنا قتيبة بن سعيد، حدثنا سفيان، عن إسماعيل ، عن قيس، قال: سمعت سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل، في مسجد الكوفة يقول: «والله لقد رأيتني، وإن عمر لموثقي على الإسلام، قبل أن يسلم عمر، ولو أن أحدا ارفض للذي صنعتم بعثمان لكان»"

ترجمہ:

"قیس نے بیان کیا کہ میں نے کوفہ کی مسجد میں سعید بن زید بن عمرو بن نفیل علیہ السلام سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ ایک وقت تھا جب عمر فاروق اعظم علیہ السلام نے اسلام لانے سے پہلے مجھے اس وجہ سے باندھ رکھا تھا کہ میں نے اسلام کیوں قبول کیا! لیکن تم لوگوں نے عثمان علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کی وجہ سے اگر احد پہاڑ بھی اپنی جگہ سے سرک جائے تو اسے ایسا کرنا ہی چاہئے۔" [صحيح البخاري 5/47 رقم 3862]

یہ روایت بھی ہمارے مدعا پر ثابت اور باہر ہے۔

6۔ جناب عبد اللہ بن عباس علیہ السلام کو بھی پتا تھا کہ قاتل کون ہیں چنانچہ علامہ بلازری نے روایت نقل کی ہے کہ

"جناب عبد اللہ بن عباس علیہ السلام ہمیشہ قتل عثمان علیہ السلام سے باغیوں کو منع کرتے رہے اور ان کی عظمت وشان بیان کرتے رہے۔

الانساب الاشراف جلد پنجم صفحہ نمبر 101.

پھر جناب عبد اللہ بن عباس علیہ السلام کا وہ فرمان بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ قاتلین کا تعین تھا چنانچہ آپ نے فرمایا تھا کہ

"اگر جناب عثمان علیہ السلام کے قتل کا قصاص نہ مانگا جاتا تو آسمان سے لوگوں پر پتھر برستے۔

طبقات ابن سعد جلد سوم

طبرانی کبیر سند حسن

اگر قاتلین کا تعین ہی نہیں تھا تو اہل بیت رسول جناب عبد اللہ بن عباس علیہ السلام اتنی بڑی وعید کیوں ارشاد فرمارہے ہیں۔؟

7۔جناب حسن علیہ السلام کو بھی قاتلین کا علم تھا چنانچہ ابنِ رباح کہتے ہیں کہ

"میری حسن بن علی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی محاصرہ کے دوران وہ حضرت عثمان غنی علیہ السلام کے پاس پہنچے ہم حضرات بھی دونو کہ گفتگو سننے کے لئے ان کے ساتھ واپس آگئے سیدنا حسن بن علی علیہ السلام نے جناب عثمان غنی علیہ السلام سے کہا

اے امیر المومنین! آپ جو حکم مجھے فرمائیں گے وہ میں بجالاؤں گا مظلوم مدینہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ

اے بھتیجے اپنی جگہ تشریف رکھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر کو پورا کرے مجھے دنیا اور جنگ وجدال کی کوئی حاجت نہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد 11 صفحہ نمبر 447.

8۔ قاتلین کا جناب عبد اللہ بن عمر علیہ السلام کو بھی پتا تھا چنانچہ

جس روز مظلوم مدینہ شہید ہوئے اس دن جناب حسن علیہ السلام اور جناب عبد اللہ بن عمر علیہ السلام نے فرمایا

"اگر عثمان علیہ السلام ہمیں حکم دیتے تو ہم باغیوں سے جنگ و جدل کرتے

اخبار اصفہان جلد دوم صفحہ نمبر 139

9۔ البدایہ والنہایہ جلد 3 میں بھی ایک روایت امام ابنِ کثیر لائے ہیں جس میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں کئی قاتلین نے یہ اقرار کیا تھا کہ ہم قاتل ہیں

البدایہ والنہایہ جلد سوم

قاریئین زی وقار ان تمام دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک تو قاتلین کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں تھی اور دوسرا قاتلین کی شناخت کرنے والے کئی صحابہ واہل بیت بھی موجود تھے اس لیے اس وقت کسی نے بھی مولا علی علیہ یا ان کے لشکر نے اماں عائشہ سلام اللہ علیہا یا امیر المومنین حضرت معاویہ علیہ السلام کے مطالبہ قصاص پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ چونکہ قاتلین کے قتل پر گواہ نہیں اس لیے ہم سزا نہیں دے سکتے۔

حدیث عمار اور مسئلہ بغاوت ایک نئے اینگل سے

امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب کسی حدیث میں اختلاف ہو تو ہم نے صحابہ کرام کے عمل کو ترجیح دینی ہے۔

سنن ابی داؤد جلد اول

1۔اب دیکھنا یہ کہ حدیث عمار علیہ السلام اور شہادت عمار علیہ السلام کے بعد صحابہ کرام کا کیا عمل تھا تو سب سے پہلے مولا علی علیہ السلام کا ہی نظریہ پیش کر دیتے ہیں کہ جناب علی علیہ السلام نے صفین کے اختتام پر جب جناب عمار علیہ السلام تک شہید ہو چکے تھے،اپ نے دونوں گروہوں کے مقتولین کے بارے میں جنتی ہوں کا فتویٰ دیا

"کہ میرے اور معاویہ کے مقتولین جنتی ہیں"

مصنف ابن ابی شیبہ جلد 11،

2۔جب کہ پلمبری اور رافضیین کی طرف سے زیر بحث روایت کا مشکوک ٹکڑا یہ کہ رہا ہے کہ عمار جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور ان کے مخالفین جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ ٹکڑا حدیث کا ہے ہی نہیں ورنہ جناب معاویہ علیہ السلام کے لشکریوں کے شہداء کا ابھی تک خون بھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا کہ مولا علی علیہ السلام نے ان کو جنتی ڈکلیئر کر دیا۔

پس یہ جملہ بعد میں ایڈ ہوا جس کے ایک ایک لفظ کے خلاف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی احادیث اور مولا علی علیہ کے بہترین مؤقف کھڑا ہے

3۔علاوہ ازیں حدیث عمار علیہ السلام کو لے کر کبھی صفین کے بعد کے دور میں صحابہ کرام میں یہ ڈسکس ہی نہیں ہوئی،

4۔واقعہ تحکیم بہترین موقع تھاجناب علی علیہ السلام کو اپنے موقف کو مظبوط کرنے کے لیے یہ حدیث پیش کرنے کا لیکن وہاں بھی ایسا کچھ نہیں ہوا۔ قرآن مجید کہ رہاہے باغیوں سے اس وقت تک قتال کریں جب تک وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ نہیں آتے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف توپہلے ہی سے جناب معاویہ علیہ السلام کی طرف سے شرعی قصاص کے مطالبہ کی صورت میں پیش ہو چکا تھااور صفین کے اختتام پر قرآن کی طرف دعوت دینے والے مولا علی علیہ السلام کا لشکر نہیں بلکہ جناب معاویہ علیہ السلام کا لشکر تھا۔

مسند احمد سند صحیح

5۔اگر حدیث عمار علیہ السلام کے وقوع کے تحت جناب معاویہ علیہ السلام کا لشکر باغی ڈکلیئر ہی مان لیا جائے پھر تو جناب علی علیہ السلام کو قتال جاری رکھنا چاہیئے تھا

6۔ب ہم ایک جواب بالفرض محال بغاوت والے مسئلہ کو تسلیم کر کے دیتے ہیں

اور اگر اس قتال کے دوران وہ اللہ کے احکام کی طرف لوٹ اے تو صفین کے ساتھ ہی بغاوت والا فتویٰ دفن ہو کر رہ گیا۔اس کے بعد تو پھر بھی جناب معاویہ علیہ السلام کے لشکر کو اصولی عقلی نقلی طور پر باغی کہ ہی نہیں سکتے۔